ماہنامہ
دختران اسلام
لاہور
فروری 2015ء

قائد ڈے نمبر

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی ہے

خواتین میں بیداری شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ
دخترانِ اسلام
لاہور

جلد: 22 شمارہ: 2 ربیع الثانی/جمادی الاول ۱۴۳۶ھ/فروری 2015ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

مجلس مشاورت

صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانی
خرم نواز گنڈاپور
ڈاکٹر رحیق احمد عباسی
شیخ زاہد فیاض
جی ایم ملک
منظور حسین قادری
سرفراز احمد خان
غلام مرتضیٰ علوی
قاضی فیض الاسلام
راضیہ نوید

ایڈیٹوریل بورڈ

رافعہ علی
عائشہ شبیر
سعدیہ نصراللہ
فرح فاطمہ

مینجنگ ایڈیٹر
صاحبزادہ محمد حسین آزاد

اسسٹنٹ ایڈیٹرز
نازیہ عبدالستار
ملکہ صبا

ناشر
علامہ محمد معراج الاسلام

کمپیوٹر آپریٹر
محمد اشفاق انجم

ٹائیٹل ڈیزائنر
عبدالسلام

فوٹوگرافی
محمود الاسلام قاضی

کتابت
محمد اکرم قادری

فہرس

اداریہ		6
میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی	فریال احمد	8
قیادت کا انتخاب۔ قائداعظم اور قائد انقلاب کے فرمودات کی روشنی میں	راضیہ نوید	11
سب گوارا ہے تھکن، ساری دکھن، ساری چبھن	فریدہ سجاد	16
کہتی ہے خلق خدا تجھے کیا؟ کیا؟	ڈاکٹر ابوالحسن الازہری	25
ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے تفسیری تفردات	علامہ محمد حسین آزاد	36
ڈاکٹر طاہرالقادری اور عوامی انقلاب	آسیہ سیف قادری	40
فکرِ طاہر، فکرِ رومی اور فکرِ اقبال کی روشنی میں	آمنہ سیف	46

ترسیلِ زر کا پتہ: منی آرڈر/چیک/ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

بدلِ اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ: 15 ڈالر مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

قیمت فی شمارہ -/25 روپے

سالانہ خریداری -/250 روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-5168184

Visit us on: www.minhajsisters.com E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ. وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ.

(النحل،۱٦: ۷۱،۷۲)

’’اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق (کے درجات) میں فضیلت دی ہے (تاکہ وہ تمہیں حکمِ انفاق کے ذریعے آزمائے)، مگر جن لوگوں کو فضیلت دی گئی ہے وہ اپنی دولت (کے کچھ حصہ کو بھی) اپنے زیردست لوگوں پر نہیں لوٹاتے (یعنی خرچ نہیں کرتے) حالاں کہ وہ سب اس میں (بنیادی ضروریات کی حد تک) برابر ہیں، تو کیا وہ اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۔ اور اللہ نے تم ہی میں سے تمہارے لیے جوڑے پیدا فرمائے اور تمہارے جوڑوں (یعنی بیویوں) سے تمہارے لیے بیٹے اور پوتے/نواسے پیدا فرمائے اور تمہیں پاکیزہ رزق عطا فرمایا، تو کیا پھر بھی وہ (حق کو چھوڑ کر) باطل پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمت سے وہ ناشکری کرتے ہیں‘‘۔

(ترجمہ عرفان القرآن)

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی الله عنه يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: الشُّهَدَاءُ أَرْبَعَةٌ: رَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَيِّدُ الإِيْمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللهَ حَتَّى قُتِلَ، فَذٰلِكَ الَّذِي يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ أَعْيُنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هٰكَذَا وَرَفَعَ رَأْسَهُ حَتَّى وَقَعَتْ قَلَنْسُوَتُهُ، قَالَ: فَمَا أَدْرِي أَ قَلَنْسُوَةَ عُمَرَ أَرَادَ أَمْ قَلَنْسُوَةَ النَّبِيِّ ﷺ ......الحديث. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَحْمَدُ وَلَفْظُهُ: وَرَفَعَ رَأْسَهُ حَتَّى سَقَطَتْ قَلَنْسُوَةُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ أَوْ قَلَنْسُوَةُ عُمَرَ رضی الله عنه۔

’’حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: شہداء کی چار اقسام ہیں: وہ مومن شخص جس کا ایمان مضبوط ہو، وہ دشمن سے مقابلہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرے یہاں تک کہ شہید ہو جائے۔ یہی وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن لوگ اس کی طرف آنکھ اٹھا اٹھا کر دیکھیں گے، آپ نے سر مبارک اوپر اٹھایا، یہاں تک کہ آپ کی ٹوپی گر گئی۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں اس سے حضور نبی اکرم ﷺ کی ٹوپی مراد ہے یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی۔‘‘

’’امام احمد بن حنبل کی روایت کے الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے سر انور اتنا اوپر اٹھایا حتی کہ آپ ﷺ کی ٹوپی گر گئی یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی۔‘‘

(المنہاج السوی من الحدیث النبوی ﷺ، ص۸۴۰)

حمد باری تعالیٰ

یوم النشور مجھ پہ کرمِ کردگار ہو
محبوبؐ کے غلاموں میں میرا شمار ہو

وہ کام میں کروں کہ ہو جس میں تیری رضا
ہر کام کا ''رضا'' پہ تیری انحصار ہو!

وقتِ نزع نصیب ہو دیدارِ مصطفیٰؐ
مرقد کی سرزمین نبیؐ کا دیار ہو

مرنے سے قبل کردے گناہ معاف اے خدا
بعدِ فنا گناہوں کا مجھ پر نہ بار ہو!

آسان ہو سوال نکیرین قبر میں
یہ مرحلہ بھی حل میرے پروردگار ہو

ہوں سہل مجھ پر عالمِ برزخ کی مشکلیں
ہر ہر قدم پہ فضل ترا کردگار ہو!

میرے کریم بادۂ کوثر بھی ہو عطا
جب تشنگی حشر سے جاں بے قرار ہو

جاؤں درِ رسولؐ پہ تکمیلِ حج کے بعد
یہ فضل بھی نصیب مجھے بار بار ہو

ہے لاج تیرے ہاتھ سکندرؔ غریب کی
بندہ یہ تیرا حشر میں نہ شرمسار ہو

(سکندرؔ لکھنوی)

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ذرے اس خاک کے تابندہ ستارے ہوں گے
جس جگہ آپؐ نے نعلین اتارے ہوں گے

بوئے گل اس لئے پھرتی ہے چھپائے چہرہ
گیسو سرکارِ دو عالمؐ نے سنوارے ہوں گے

اس طرف بارشِ انوار مسلسل ہوگی
جس طرف چشمِ محمدؐ کے اشارے ہوں گے

ہم بھی پہنچیں گے شہِ ارض و سما کے در پر
اوج پر جب بھی کبھی بخت ہمارے ہوں گے

ارض طیبہ تجھے دیکھے کوئی بادیدۂ دل
سو بہ سو رحمتِ عالمؐ کے نظارے ہوں گے

ایک میں کیا مرے شاہا شہنشاہوں کے
تیرے ٹکڑوں پر شب و روز گزارے ہوں گے

لوگ تو حسنِ عمل لے کے چلے روزِ حساب
سرورا! ہم تو فقط تیرے سہارے ہوں گے

اٹھ گئی جب تری جانب وہ کرم بار نظر
اُس گھڑی قطبؔ ترے وارے نیارے ہوں گے

(خواجہ غلام قطب الدین فریدی)

وطنِ عزیز پاکستان بحرانوں کے گرداب میں

ہم میں سے ہر فرد اس حقیقت کو بخوبی جانتا ہے کہ مسلمانانِ ہند نے جان و مال اور عزت و آبرو کی اَن گنت قربانیاں دے کر یہ ملکِ پاکستان حاصل کیا تھا۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی فکری کاوشوں اور قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قائدانہ عملی جدوجہد سمیت برصغیر کے ہزاروں علماء، مشائخ، خواتین، طلباء اور عام لوگوں کی کئی عشروں پر مشتمل تحریک کے نتیجے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں یہ خطہ پاک عطا کیا تھا۔ مسلمانوں نے اپنی جائیدادیں، مال و اسباب اور جانیں جس عظیم مشن کو سامنے رکھ کر قربان کیں وہ یہ تھا کہ ہماری آئندہ نسلیں آزاد اور ترقی یافتہ فلاحی اسلامی معاشرے میں پرسکون زندگی گزار سکیں۔ لیکن افسوس۔۔۔ کہ یہ خواب محض خواب ہی رہے۔ پاکستان کی صورت میں 1947ء میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں عالم اسلام کی سب سے بڑی آزاد ریاست کی نعمت سے نوازا مگر قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ناگہانی جدائی کے بعد پاکستان کو جاگیرداروں، وڈیروں، لٹیروں، سرمایہ داروں، مفاد پرست سیاست دانوں اور فوجی ڈکٹیٹروں کے دستِ تسلط میں گروی رکھ دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایسا نظام مسلط ہوگیا جس کے تحت اسلامی جمہوری ریاست کے خدّ وخال آغازِ سفر میں ہی دھندلا گئے۔ وہ لوگ عنانِ حکومت پر قابض ہو گئے جو اس ساری خون آشام جد و جہدِ آزادی میں شریک ہی نہیں تھے۔ چنانچہ اس ''قبضہ گروپ'' نے نوزائیدہ ملک کو نوچنا شروع کیا اور ٹھیک 25 سال بعد اسے دولخت کر دیا۔ بچے کھچے پاکستان کو گزشتہ 35 برسوں سے باری باری اِسی ظالمانہ اور باطل پرست نظام کے زیرسایہ سیاسی طالع آزماؤں اور فوجی ڈکٹیٹروں نے تختہ مشق بنایا ہوا ہے۔ اِس دوران ان ہوس پرست طبقات میں عدلیہ اور اِنتظامیہ کی چند کالی بھیڑوں سمیت بعض موقع پرست سیاسی اور مذہبی قائدین بھی شامل اِقتدار ہوتے رہے۔ لیکن اس پورے عرصے میں جو طبقہ مکمل طور پر نظر انداز ہوا وہ اس ملک کے 98 فیصد سفید پوش اور غریب عوام تھے۔

پاکستان عوامی تحریک کی انکشاف رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ پیپکو اور وزارت پانی و بجلی کی ملی بھگت سے تکنیکی نقصانات، فرنس آئل کی خریداری اور ترسیل کی مد میں قومی خزانے کو سالانہ 380 ارب روپے کا نقصان پہنچایا جارہا ہے اور بجلی پیدا کرنے والے ان یونٹس کو بھی سالانہ 1.2 ارب روپے کی ادائیگی ہو رہی ہے جنہوں نے آج تک ایک یونٹ بجلی بھی پیدا نہیں کی اور صارفین بجلی سے 2 روپے 50 پیسے فی یونٹ اضافی رقم وصول کر کے بجلی کے بند یونٹس کے مالکان کو ادا کی جارہی ہے۔ رپورٹ میں وزارت پانی و بجلی سے 5 سوالات کا جواب مانگا گیا ہے۔

1۔ بجلی کے بند یونٹس کو کس معاہدے کے تحت سالانہ 1.2 ارب روپے کی ادائیگیاں ہورہی ہیں، اس ضمن

میں اگر کوئی معاہدہ ہے تو اس کی تفصیل سامنے لائی جائے

2۔ بجلی پیدا کرنے والے جو یونٹ بند پڑے ہیں ان کی تعداد کتنی ہے؟ اور ان کے مالکان کون ہیں اور 18 گھنٹے کی لوڈشیڈنگ کے باوجود ان کے بند رکھنے کی وجوہات کیا ہیں؟

3۔ فرنس آئل کی قیمتوں میں 50 فیصد کمی کی وجہ سے بجلی کی فی یونٹ کی پیداواری لاگت 20 روپے 30 پیسے سے کم ہو کر 14 روپے یونٹ ہو گئی ہے، اس شرح سے صارفین بجلی کو ریلیف کیوں نہیں ملا؟

4۔ فرنس آئل کی قیمتوں میں 50 فیصد کمی کے باوجود بجلی کے بند یونٹ کیوں نہیں چلائے جا رہے؟ عوام اور انڈسٹری کو 18 گھنٹے کی لوڈشیڈنگ کے عذاب سے دو چار کیوں رکھا گیا ہے؟

5۔ پاور کمپنیاں بالترتیب 170 ارب، 110 ارب اور 60 ارب کے جو مبینہ سالانہ تکنیکی نقصانات برداشت کرنے کا واویلہ کرتی ہیں قوم کو اس کی تفصیل بتائی جائے کہ نقصان کس مد میں ہو رہا ہے اور عوام اس کے کس طرح ذمہ دار ہیں؟ کیونکہ حکومت قرضوں کی ادائیگی کی آڑ میں بجلی مہنگی کرتی ہے اور پاور کمپنیوں کو یہ ادائیگیاں کرنے میں خاص دلچسپی لیتی ہے لیکن آج تک ان گردشی قرضوں کی اصل حقیقت کے بارے میں قوم کو آگاہ نہیں کیا گیا۔

پاکستان عوامی تحریک کے مرکزی صدر ڈاکٹر رحیق احمد عباسی نے کہا ہے کہ موجودہ حکمران عوام کو صرف اپنا گاہک سمجھتے ہیں اور انہیں لوٹ رہے ہیں جو محکمے عوام کو ریلیف دینے کیلئے قائم کیے گئے تھے وہ عوام اور خزانے کو لوٹنے میں مصروف ہیں، پی ایس او کا دیوالیہ نکالنے کے بعد حکمران پاور سیکٹر کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ سابق حکومت کی کرپشن کا واویلہ کر کے اقتدار میں آنے والے حکمران اقتدار کے پہلے سال ہی سابق حکمرانوں سے دو ہاتھ آگے نکل چکے ہیں، بحران پیدا کر کے من پسند اداروں اور شخصیات کو ادائیگیاں کرنے کی نایاب سکیم وزیر خزانہ اسحاق ڈار کے ذہن رسا کی تخلیق ہے، وزراء دیدہ دلیری کے ساتھ نااہلی اور ناکامی کا اعتراف کرتے ہیں مگر مستعفی ہونے کیلئے تیار نہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان عوامی تحریک عوام کو حکومتی مظالم اور لوٹ مار سے آگاہ کرتی رہے گی اور مفاد عامہ میں حقیقی اپوزیشن کا کردار ادا کرتی رہے گی

انہوں نے کہا کہ پاکستان کے عوام سانحہ ماڈل ٹاؤن کے حوالے سے درج دہشت گردی کے اصل مقدمہ کی سماعت شروع ہونے کے منتظر ہیں مگر سماعت کا شروع ہونا تو دور کی بات سات ماہ گزر جانے کے بعد اس کی شفاف تفتیش کا بھی آغاز نہیں ہونے دیا جا رہا۔ انہوں نے کہا کہ پنجاب حکومت اور قاتل پولیس عدالت کے فلور کو سربراہ عوامی تحریک ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اور سنئیر رہنماؤں کی کردار کشی کیلئے استعمال کر رہی ہے جسکا عدالت کو نوٹس لینا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ 14 شہداء اور 85 زخمیوں کے لواحقین انصاف کے راستے سے نہیں ہٹیں گے اور قاتلوں کو تختہ دار تک پہنچا کر دم لیں گے۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی

فریال احمد

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی　　　　میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

تاریخ انسانی کے لئے اگر نمایاں خدمات انجام دینے والی شخصیات اگر مطالعہ کیا جائے تو تاریخ اسلام بے شمار ایسے ناموں سے بھری پڑی ہے جنہوں نے اپنے کردار و عمل کے ذریعے اسلام کو تقویت پہنچائی لیکن جب ہم آج کے تناظر میں دیکھتے ہیں تو عالم اسلام میں کوئی ایسی شخصیت ہمیں نظر نہیں آتی جو اسلام کی صحیح اور حقیقی تعلیمات کے فروغ کے لئے عالمی سطح پر اہم کردار ادا کررہی ہو۔ پاکستان چونکہ ایک نظریاتی ملک ہے اور ایک مقصد کے تحت قائم ہوا ہے لیکن آج تک کروڑوں عوام اپنے بنیادی حقوق سے لاعلمی کی بنا پر محروم ہیں اور ایک سازش کی بناء پر بیداری شعور سے محروم رکھا گیا ہے۔قوم کی یہ تعلیمی پستی ہر مقام ہر پاکستانی عوام کو پست کررہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو بہترین قدرتی وسائل سے مالا مال کررکھا ہے۔ یہاں وسائل کی کمی ہے نہ ٹیلنٹ کی۔ کمی تو صرف گڈ گورننس کی ہے جوکہ نااہل سیاستدانوں کی وجہ سے پاکستان کو نصیب نہ ہوسکی۔ پاکستان کو درپیش مسائل میں سب سے بڑا مسئلہ قیادت کا فقدان ہے۔ بدقسمتی سے قائداعظم کے بعد اس قوم کو کوئی مخلص، دیانتدار، قابل لیڈر نصیب نہ ہوسکا۔

پاکستان جو پاک لوگوں کی سرزمین ہے اور جس کے قیام کی بنیاد لاالہ الا اللہ کا نظام رائج کرنا قرار پایا تھا جس کی بنیادوں میں شہداء کا لہو شامل ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا شہداء کی قربانیاں رائیگاں جائیں گی؟ کیا پاکستان کے عوام چند مفاد پرست لوگوں کے ہاتھوں کھلونا بنے رہیں گے؟ کیا قیام پاکستان کے مقاصد کبھی پایہ تکمیل کو پہنچے گے؟ کیا یہاں کبھی امن ہوگا؟ انصاف کی بالادستی ہوگی؟ خوشحالی ہوگی؟ اقوام عالم میں پاکستان ایک بلند مقام حاصل کرسکے گا؟ ایٹمی پاور ہوتے ہوئے یہاں لوڈشیڈنگ ختم ہوگی؟ آج ہر شخص کی زبان پر انقلاب اور تبدیلی کی خواہش تو ہے کیا کبھی یہاں حقیقی جمہوری تبدیلی اور فکری انقلاب آسکے گا؟ کیا یہ ملک یونہی زوال اور تنزلی کا شکار رہے گا؟

میرے یہ چند سوالات ہیں جو ساری پاکستانی عوام کے خاموش سلگتے جذبات کی ترجمانی کررہے ہیں۔ مرد مومن مرد حق کہلانے والے کون سی کچھاروں میں جا چھپے ہیں۔ ہمارے حکمران آج دہشت گردی کے خلاف بڑی بڑی تقاریر کررہے ہیں۔ اس ملک کو دہشت گردی کی دلدل میں دھکیلنے والے کون ہیں؟

آج بدقسمتی سے حالت یہ ہوگئی ہے کہ ملت اسلامیہ مختلف طبقوں اور فرقوں میں تقسیم ہوگئی ہے۔ اجتماعیت کو چھوڑ کر جدا جدا اکائیوں میں تقسیم ہوگئے ہیں۔ آج پارٹی پرچم قومی پرچم سے زیادہ اہم ہوگیا ہے۔ جہاں سینوں پر نعلین پاک کا نقش سجنا چاہئے تھا وہاں آج پارٹیوں اور مسلکوں کے بیج لگ رہے ہیں۔ اپنی اپنی پہچان میں گم ہوجانا انتشار کو جنم دیتا ہے جس سے ملت کی اجتماعی قوت پارہ پارہ ہوجاتی ہے اور پھر فرقہ بندی اور تفرقہ پروری ایسی موت کی طرف لے جاتی ہے جو قرآن کی اصطلاح میں کفر کی موت ہے۔ اسلام ایک آفاقی اور ہمہ گیر دین ہے۔ ہم آہنگی اور رواداری اسلام کی بہت بڑی خوبی ہے۔

ہر دردمند پاکستانی اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہے کہ موجودہ حالات میں پاکستان انتہائی پیچیدہ اور لاعلاج امراض میں گرفتار ہوچکا ہے جس کا اشارہ بہت پہلے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری دے چکے ہیں۔ اپنی بصیرت سے انہوں نے جان لیا تھا کہ آئندہ حالات کیا ہونے والے ہیں؟ اور کون سا مرض ہے جو اس وقت پاکستان کو لاحق نہیں، کرپشن، لوٹ مار، ظلم و استحصال، جبرو بربریت، لاقانونیت، فرقہ واریت، بدامنی، دہشت گردی، انتہاء پسندی جیسے عفریت منہ کھولے پاکستان کو نگلنے کے لئے تیار ہیں۔ شیخ الاسلام نے بہت پہلے اس کا ادراک کرلیا تھا کہ یہ انتشار، وحدت ملت کو پارہ پارہ کردے گا اس تباہی کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا تھا کہ

''خدانخواستہ سرزمین پاک پر دشمن کے قدم پہنچ گئے اور وہ اپنے پنجے گاڑنے میں کامیاب ہوگیا تو ہمارا بھی حشر دوسروں سے مختلف نہ ہوگا پھر جو تباہی ہوگی اس میں نہ کوئی بریلوی بچ سکے گا نہ دیوبندی نہ کوئی اہلحدیث اور نہ کوئی شیعہ''۔

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم	دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

ان حالات کا ادراک ہمارے حکمران نہ کرسکے۔ یہی وجہ ہے دہشت گردی کا عفریت ہمارے بچوں کو نگل رہا ہے جس کی حالیہ مثال پشاور کے آرمی پبلک سکول میں دہشت گردوں کا حملہ ہے۔ دہشت گردی اور فتنہ خوارج کے نام سے ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا تاریخی فتوی اس حقیقت کا ادراک ہی تو تھا کہ دہشت گردی اس وقت پوری دنیا اور بالخصوص ارض وطن پاکستان کا نہایت خطرناک ایشو بن چکا ہے جس کی وجہ سے مسلمان ممالک اور بالخصوص پاکستان کی بدنامی ہوئی۔ اس تحقیقی دستاویز میں قرآنی تعلیمات و احادیث نبویؐ اور ائمہ و فقہ کی آراء میں

ان تمام سوالات کا جواب موجود ہے جو دہشت گردی کا باعث بنتے ہیں۔

آج کل دہشت گرد جس بے دردی سے معصوم لوگوں اور بچوں کو خودکش حملوں اور بم دھماکوں سے گھروں، بازاروں، عوامی حکومتی دفاتر، سیکورٹی فورسز، مساجد میں بے گناہ لوگوں کی جانیں لے رہے ہیں وہ صریحاً کفر کے مرتکب ہورہے ہیں۔ وہ دنیا و آخرت کے لئے ذلت ناک عذاب کی وعید ہے اور تمام تر کوششوں کے باوجود وہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہورہے ہیں وہ اسلام کا نام لیتے ہیں ان کے حامیوں کے پاس ان کے دفاع کے لئے کوئی شرعی دلیل نہیں ہے جبکہ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ فرامین نبویؐ کی روشنی میں ان کو مذاکرات کے نام پر مہلت دینا یا ان کے مکمل خاتمے کے بغیر چھوڑ دینے کی مسلم ریاست کو اجازت نہیں ہے۔

وطن عزیز کے انتہائی سنگین حالات کے گرداب میں پھنسے بے بس پاکستانی عوام کا دم بری طرح گھٹ رہا ہے اور سکون سے سانس لینا بھی دشوار ہوگیا ہے۔ ہر قریہ اور شہر دہشت گردی کی زد میں ہے۔ حکومت سیاسی مصلحتوں کا شکار خاموش تماشائی بنی بیٹھی ہے۔ پڑوسی ملک دشمنی کی راہ پر اترے ہوئے ہیں۔ ملکی معیشت کی رگ کاٹی جارہی ہے۔ گیس، تیل قیمتی معدنیات کے ذخائر کے منصوبوں کی فائلیں پڑے پڑے ارض وطن کے کسی ایسے حقیقی قائد کے منتظر ہیں جو ان فائلوں کو سرخ فیتوں سے نکال کر ملک وقوم کی ترقی کے لئے استعمال کرے۔

ملت اسلامیہ کے حقیقی قائد عوام کی امنگوں کے مرکز شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری عالمی سطح پر نہ صرف ایک جید عالم دین، مفکر اسلام، مفسر قرآن و حدیث کے ناطے پہچانے جاتے ہیں بلکہ حقیقی معنوں میں آپ کا شمار ماہر قانون اور مدبر سیاستدان کی حیثیت سے بھی ہوتا ہے۔ جنہوں نے سیاست نہیں ریاست بچاؤ کا نعرہ لگایا۔ یہ کیسا نعرہ تھا جو اس وقت سمجھ میں نہ آیا لیکن وقت نے اس کی حقیقت اور فلسفہ کو آشکار کردیا کہ جب تک سیاست کرپشن، دھن دھونس اور دھاندلی سے پاک نہیں ہوگی ملک میں تبدیلی کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ چند افراد کے ہاتھوں عوام جب تک فٹ بال بنی رہے گی ہوش ربا مہنگائی حقیقی جمہوریت نہیں لاسکے گی۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اب بھی وقت ہے دیر نہ کی جائے اور شیخ الاسلام کے افکار کو سمجھنے کے لئے ان کے خطابات، ان کی تحاریر، ان کی تقاریر سے ان کے وژن کو سمجھا جائے۔ خواب غفلت سے بیدار ہوکر حریت اور خودداری کا درس لیا جائے۔ اسی قیادت کا انتخاب کیا جائے جس کی آفاقی قیادت کی خوشخبری اقبالؒ نے یوں سنائی تھی کہ ''اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے'' جس کی نوائے انقلاب یہی ہے کہ

اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگادو ۔۔۔ کاخ امراء کے درو دیوار ہلادو
سلطانی جمہور کا آتا ہے زمانہ ۔۔۔ جو نقش کہن تجھکو نظر آئے مٹادو

قیادت کا انتخاب

قائداعظم اور قائد انقلاب کے فرمودات کی روشنی میں

راضیہ نوید

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آج سے کئی برس پہلے علامہ محمد اقبالؒ نے ایک ایسی سرزمین کا خواب دیکھا جس میں مسلمان اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرسکیں جس کا معاشی، معاشرتی، اقتصادی، عدالتی اور سیاسی نظام عین اسلامی تصورات کے مطابق ہو۔ تحریک پاکستان کے دوران قائدین اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ وہ جس سرزمین کے حصول کی جدوجہد کررہے ہیں اس کا مقصد اور ہدف کیا ہے اور کس نظریے کی بنیاد پر یہ جدوجہد آگے بڑھ رہی ہے؟ علامہ محمد اقبالؒ کے تصور پاکستان کو حقیقت کا روپ دینے کے لئے قائداعظم محمد علی جناحؒ نے بطور ایک قائد کے اپنی تمام زندگی اس مقصد کے لئے وقف کی اور پاکستان بنانے میں کامیاب ہوئے مگر آج وہ سرزمین مسائل کی دلدل میں پھنستی چلی جارہی ہے۔ تمام تر رکاوٹوں کے باوجود پاکستان ایک نئی مملکت کی حیثیت سے دنیا کے نقشہ پر ابھرا مگر ایک خودغرض اور مفاد پرست طبقہ جو قیام پاکستان کے خلاف تھا وہ پوری قوم کے سر پر مسلط کردیا گیا اور آج ملک عزیز میں کسی کی جان، عزت، آبرو، مال کچھ بھی محفوظ نہیں ہے۔

میری اس تحریر کا مقصد تاریخ کے جھروکوں سے کچھ ایسی باتوں کو سامنے لانا ہے جو شاید بہت کم قوم کے سامنے رکھی گئیں اور پھر عصر حاضر میں ابھرنے والی انقلابی آواز ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے کردار کو واضح کرنا ہے تاکہ قوم خواب غفلت کی گہری نیند سے بیدار ہوکر اپنے ہوش و حواس کے ساتھ مستقبل کا فیصلہ کرسکے۔ 8 جون 1941ء کو بنگلور کے استقبالیے میں تقریر کے دوران قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

”ماضی میں بہت سے رہنماؤں نے مسلم قیادت کے نام پر آپ کا استحصال کیا۔ آپ اس امر کو ملحوظ خاطر رکھئے کہ یہ باب ابھی تک ختم نہیں ہوا۔ میں آپ کو تنبیہ کرتا ہوں کہ یہ ایسے لوگ ہیں جن کا ایک قدم ایک کیمپ میں

ہے اور دوسرا قدم دوسرے کیمپ میں۔ لہذا آپ کو اپنے رہنماؤں کے انتخاب میں بہت احتیاط سے کام لینا ہوگا‘‘۔

اسی طرح اسی موقع پر آپ نے فرمایا:

’’لیکن میں آپ کو بتادوں کہ یہ دیکھنا تو آپ کے ہاتھ میں ہے کہ آخر کار آقا آپ ہی ہیں۔ بسا اوقات خودغرضی، ذاتی مفاد یا ذاتی توقیر کی خاطر ہم اپنے نمائندوں یا اپنے رہنماؤں یا وزیروں سے دھوکہ کھاجاتے ہیں لیکن ٹھوس اور متحد رائے عامہ سے زیادہ طاقتور اور موثر کوئی شے نہیں۔ آپ جیسا چاہیں اپنے رہنماؤں کو بناسکتے ہیں یا برباد کرسکتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ دوسرے ملکوں میں بھی ایسا ہوتا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا ملک تو ایسے لوگوں سے بھرا پڑا ہے جن کا ایک پاؤں یہاں ہے، ایک پاؤں دوسری جگہ ہے اور ایک پاؤں تیسری جگہ ہے اور ان کے قول اور فعل موقع کی مناسبت سے ہوتے ہیں۔ ان لوگوں سے خبردار رہیں اور جب آپ کو وہ تربیت، تعلیم اور تجربہ حاصل ہوجائے جس کے ذریعے سے آپ صحیح رہنما چن سکیں تو آپ کا کام آدھا ہوگیا‘‘۔

قائداعظم محمد علی جناح کے ان فرمودات کو سامنے رکھتے ہوئے میں قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی سوچ اور فکر کو بھی تحریر کرنا چاہتی ہوں جو انہوں نے 23 دسمبر 2012ء کو دی۔ آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا:

’’۔۔۔ لوٹ مار، کرپشن، اجارہ داری، دھن، دھونس اور دھاندلی کا نام ہم نے سیاست بنارکھا ہے، اس سیاست سے ریاست کو نہیں بچایا جاسکتا، آج ریاست کمزوری کے آخری مقام تک جاپہنچی ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا سیاست اس عمل کا نام ہے کہ اس ملک کے کروڑوں غریب لوگ بھوک، غربت اور افلاس کی آگ میں جلیں اور پانچ پانچ سال تک پارلیمنٹ میں بیٹھنے والی سیاسی حکومتیں ان کی غربت و افلاس کے خاتمے کا ایجنڈہ تیار نہ کرسکیں۔ کیا یہ سیاست ہے؟ کیا یہ سیاست ہے کہ خود تو سیاسی لیڈر سینکڑوں کنال پر مشتمل گھروں اور محلات میں رہیں اور اربوں کھربوں روپے روزانہ ان کے محلات پر خرچ ہوں اور کروڑوں غریبوں کو اس ملک میں کھانے کے لئے لقمہ نہ ملے؟ تن ڈھانپنے کے لئے لباس نہ ملے اور سر چھپانے کے لئے گھر نہ ملے، کیا اس کا نام سیاست ہے؟ میں اس کو مسترد کرتا ہوں‘‘۔

آپ نے انہیں لٹیروں، وڈیروں، جاگیرداروں، سرمایہ داروں، ظالم رہنماؤں کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے انتخاب کے حوالے سے قوم میں شعور و آگہی کی مہم چلائی اور آئین میں موجود آرٹیکل 62 اور 63 کو ان کی

مکمل روح کے ساتھ نافذ کرنے پر زور دیا۔ آپ نے کہا: آرٹیکل 62 کہتا ہے:

۱۔ پہلی شرط یہ ہے کہ وہ دانا اور قابل ہو۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ نیک سیرت ہو۔

ایمان سے کہیے سارے Elect ہونے والے ممبرانِ اسمبلی کچھ لوگوں کو چھوڑ کر، کیا نیک سیرت ہیں؟ کیا آپ شہادت دیتے ہیں کہ ان میں شرابی نہیں ہیں؟ ان میں قاتل نہیں ہیں؟ ان میں غنڈے اور دہشت گرد نہیں ہیں؟ ان میں ٹیکس چور نہیں ہیں؟ ان میں قوم کا خزانہ لوٹنے والے نہیں ہیں''؟

اس معاشرے میں غریب کے پاس طاقتور کے خلاف آزادی سے رائے دینے کا اختیار کب ہے؟

قائداعظم محمد علی جناح نے 1941ء میں اپنی تقریر میں جس قیادت کا ذکر کیا تھا وہ یہی قیادت تھی وہ وعدے کرنا تو جانتی ہے مگر وعدے نبھانا نہیں۔ آج بھی یہی ایک فی صد طبقہ 99 فی صد افراد کے مقدر پر ناگ بن کر بیٹھا ہے اور صرف اسی نظام کا مددگار ہے جو غریبوں کا استحصال کر کے صرف ان کے حقوق کا تحفظ کرنے والا ہو۔ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری بھی اس نتیجہ پر پہنچے کہ جب تک اس کرپٹ مافیا سے جان نہیں چھوٹتی تب تک ملک کی تقدیر بدلنا ناممکن ہے اور ان سے چھٹکارے کے لئے نظام کی تبدیلی ناگزیر ہے اور آئین کا اطلاق اپنی تمام تر روح کے ساتھ ضروری ہے جسے یہ رہنما نافذ ہونے نہیں دیتے۔

ڈاکٹر محمد طاہرالقادری پاکستان کے تمام مسائل کا ذمہ دار اس نظام سیاست وحکومت اور رہنماؤں کو ٹھہراتے ہیں اور اس سے چھٹکارے کا حل بھی تجویز کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

یہ تمام خرافات اس کرپٹ نظام کی پیداوار ہیں۔ اگر پاکستان میں حقیقی جمہوریت چاہتے ہو تو اس نظام کے خلاف بغاوت کرنی ہوگی اور اس کو اٹھا کر پھینکنا ہوگا۔ لہذا نظام بدلو، تب پاکستان کی تقدیر بدلے گی۔

تمہیں زندگی بھیک میں کوئی نہیں دے گا۔ اگر تبدیلی چاہتے ہیں تو نکلنا ہوگا اور اپنا حق چھیننا ہوگا۔ باقی ملکوں میں لوگوں نے جانیں دی ہیں، خون بہائے ہیں، مگر ہم خون خرابہ اور ہم بدامنی نہیں چاہتے۔ ہم نے اٹھارہ کروڑ غریبوں کا مقدر سنوارنا ہے''۔

غریبوں کا مقدر سنوارنے، نظام تبدیل کرنے اور انقلاب لانے کا عزم لے کر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اسلام آباد کی جانب لانگ مارچ کے لئے نکلے اور پانچ دن دھرنا دیا۔ پانچ دن پاکستانی قوم کو اپنا مقدر بدلنے کے

لئے گھروں سے نکلنے کی دعوت دیتے رہے اور بالآخر حکومت وقت سے انتخابی اصلاحات کا معاہدہ کرکے واپس آئے۔ 11 مئی 2013ء کو منعقدہ انتخابات کا بائیکاٹ کیا اور ملک گیر دھرنا دیا کیونکہ آئین کی سرعام دھجیاں بکھیری گئی تھیں اور وہی لٹیرے اور غریبوں کا خون چوسنے والے انتخابات لڑ رہے تھے۔ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے اعلان انقلاب اور بروقت متنبہ کرنے کے باوجود عوام کی اکثریت نے ووٹ ڈالا، دھاندلی بھی کھلم کھلا ہوئی جس کے نتیجے میں وہی ایک فی صد اشرافیہ کا طبقہ اپنی حکومت بنانے میں کامیاب ہوا۔ حکومت بھی ان کی حزب اختلاف بھی وہی۔

کاش! اس قوم نے قائداعظم محمد علی جناح کے فرمان کو سامنے رکھ کر ڈاکٹر طاہرالقادری کا ساتھ دیا ہوتا جنہوں نے فرمایا تھا کہ یہ طبقہ کبھی ایک کیمپ میں ہوتا ہے اور کبھی دوسرے کیمپ میں یعنی کبھی ایک پارٹی تو کبھی دوسری پارٹی۔ ڈاکٹر طاہرالقادری کی کاوشوں نے قیادت کو عوام کے سامنے بے نقاب کیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر طاہرالقادری کا ساتھ نہ دینے کا خمیازہ عوام پچھلے تقریباً ڈیڑھ سال سے بھگت رہی ہے۔ اور اب حالات یہ ہیں کہ یہ ملک بیرونی قرضوں میں ڈوب چکا ہے اور ہر پیدا ہونے والا بچہ اسی ہزار روپے سے لے کر ایک لاکھ روپے تک کا مقروض ہے۔ گینگ ریپ کے کیسز میں اس قدر اضافہ ہوا کہ سال 2014ء میں ان کی تعداد صرف پنجاب میں 6100 ہوگئی۔ سٹریٹ کرائمز کی تعداد 36 لاکھ تک پہنچ گئی۔ دہشت گردی کی وجہ سے ساٹھ ہزار معصوم اور مظلوم جانیں لقمہ اجل بنیں اور عالمی سطح پر ملک کی بدنامی ہوئی۔ اس نااہل، مفاد پرست قیادت (جس کی طرف قائداعظم محمد علی جناح نے بھی اشارہ فرمایا تھا) کی وجہ سے پوری قوم مصائب و آلام کا شکار ہے اور عالمی سطح پر ملک پاکستان تیسرے درجے کے ممالک میں بھی سب سے نچلی سطح پر چلا گیا ہے۔ اپنے ملک میں رہتے ہوئے بھی عوام خوف و ہراس اور بے یقینی کے ماحول میں ہیں۔ نااہل قیادت کو اپنے ہاتھ مضبوط کرنے، بادشاہت قائم کرنے، عوام کو لوٹنے، ملک کو کمزور کرنے، کرپشن کرنے اور غریبوں کا خون چوسنے سے فرصت نہیں ہے۔ حالات روز بروز تباہی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

قائداعظم محمد علی جناح نے 24 مارچ 1943ء کو دہلی میں آل انڈیا مسلم لیگ کے ایک اجلاس سے خطاب کے دوران فرمایا:

''میں ضروری سمجھتا ہوں کہ زمینداروں اور سرمایہ داروں کو متنبہ کردوں کہ اس طبقے کی خوشحالی کی قیمت عوام

نے ادا کی ہے۔عوام کا استحصال کرنے کی روش خون میں رچ بس گئی ہے۔ وہ اسلامی احکام کو بھول چکے ہیں‘‘۔

قائداعظم محمد علی جناح نے تقریباً 72 برس پہلے اس قوم کے سامنے ان رہنماؤں کے چہرے بے نقاب کردیئے تھے اور آج وہی پیغام قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری پوری قوم تک پہنچا رہے ہیں کیونکہ وہ مسائل کی جڑ سے واقف ہیں۔غریب کو برابری کی بنیاد پر جاگیردار اور اشرافیہ طبقے کے روبرو کھڑا کرنا چاہتے ہیں۔ پاکستان کو اصل شکل میں لانا چاہتے ہیں۔غربت، بے روزگاری، معاشی اور سیاسی استحصال کو جڑ سے اکھاڑنا چاہتے ہیں مگر قوم کے مقدر کو بدلنے کے لئے انہیں قوم کی مدد عملی صورت میں چاہئے اور اگر قوم نے یہ موقع گنوادیا تو پھر

تمہاری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں

پوری قوم سے سوال صرف اتنا ہے کہ جو لوگ 67 برس سے ہمارا مقدر نہیں بدل سکے، جو قیام پاکستان کی مخالفت کرنے والے تھے، جو غیروں کے ہاتھ میں ملک بیچنا چاہتے ہیں، جن کے نزدیک قومی حمیت و غیرت کوئی معنی نہیں رکھتی جو ملکی اقتدار پر صرف لوٹ کھسوٹ کیلئے بیٹھتے ہیں، جن کی ترجیح کبھی بھی غریب نہیں رہا، کیا وہ قوم کے لئے کچھ کریں گے؟۔۔۔

نہیں، کبھی نہیں۔ لہذا ہمیں خود اٹھنا ہے، ہمت کرنی ہے، آگے بڑھنا ہے، اپنا حق چھیننا ہے، ارض وطن کو بچانا ہے، اپنا مقدر بدلنا ہے اور اس سب کے لئے ہمیں متحد ہوکر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی صدائے انقلاب پر لبیک کہنا ہوگا اور سرزمین پاکستان کو بچانا ہوگا۔آج بھی پاکستان عوامی تحریک انقلاب کے مشن کو آگے لے کر بڑھ رہی ہے لہذا مایوس نہیں ہونا، تھکنا نہیں، ہمت نہیں ہارنی بلکہ آگے ہی آگے بڑھتے چلے جانا ہے، اپنے حقوق کی جنگ لڑنی ہے اور فتح یاب ہونا ہے۔کل کے وڈیرے، جاگیردار اور اشرافیہ پاکستان کے مخالف کھڑے تھے مگر ایک قائداعظم تمام تر مخالفتوں کے باوجود پوری قوم کی مدد سے قیام پاکستان میں کامیاب ہوگئے اور آج بھی ایک قائد انقلاب ملک لوٹنے والے،عوام کے حقوق غصب کرنے والے رہنماؤں کے سامنے چٹان بن کر کھڑے ہیں۔کل کی طرح آج بھی انہیں عوام کی طاقت کی ضرورت ہے تاکہ ملک اور عوام دشمن طاقتوں سے ملک چھین کر اصل قیادت کے ہاتھوں میں دیا جاسکے اور ملک پاکستان دنیا میں باعزت اور باوقار مقام حاصل کرسکے۔

اک ہی شخص چلا تھا جانب منزل　　　　قافلے ملتے گئے کارواں بنتا گیا

تھکن ساری، دکھن ساری، چبھن

فریدہ سجاد۔ ریسرچ سکالر

19 فروری قائد ڈے کے موقع پر ہر سال کی طرح اس سال بھی جب قلم اٹھایا تو یہ احساس ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کی زندگی کے نشیب و فراز کی داستان بہت طویل ہے۔ جنہیں چند صفحات میں سمیٹنا ممکن نہیں۔

ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ نے ۱۹۴۸ء میں مقام ملتزم پر غلافِ کعبہ کو تھام کر آنسوؤں کی برسات میں دعا مانگتے ہوئے عرض کیا تھا:

''باری تعالیٰ ایسا بچہ عطا کر جو تیرے دین کی معرفت کا حامل ہو، جو دنیا اور آخرت میں تیری بے پناہ عطا و رضا کا حق دار ٹھہرے اور فیضانِ رسالت مآب ﷺ سے بہرہ ور ہوکر دنیائے اسلام میں ایسے علمی و فکری اور اخلاقی و روحانی انقلاب کا داعی ہو، جس سے ایک عالم مستفید ہوسکے۔''

آپ کے الفاظ بارگاہ الٰہی میں شرفِ قبولیت پا گئے اور ۱۹ فروری ۱۹۵۱ء کو شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی ولادت ہوئی۔

قیامِ پاکستان کے بعد وطن عزیز کے بگڑتے ہوئے حالات دیکھ کر آپ نے پاکستان میں پُر امن، سبز، جمہوری، عوامی اور فلاحی انقلاب جو پھولوں کی سیج نہیں بلکہ کانٹوں بھری شاہراہ ہے، کا انتخاب کیا۔ سچ بات تو یہ ہے کہ میں کوئی لکھاری نہیں ہوں البتہ اس تحریک کی سرگرم رکن اور محبّ وطن شہری ضرور ہوں۔ راقمہ نے اپنی تحریکی زندگی کے 25 سالوں میں ڈاکٹر صاحب کی لازوال قربانیوں کا مطالعہ کیا اور خصوصاً 2014 جو آپ کے کارکنان اور بالخصوص آپ کے لیے تکالیف سے بھر پور، کٹھن اور صبر آزما تھا، خرابی صحت کے باوجود آپ کا تکمیل پاکستان کے سفر پر رواں دواں دکھائی دینا یہ آپ کی عظیم قائدانہ صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

آپ کی سالگرہ کے موقع پر میرے ساتھ یقیناً ہر وہ شخص جو وطن عزیز کی تقدیر بدلنا چاہتا ہے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں آپ کی صحت اور درازی عمر کے لئے دعا گو ہے کہ

رب قادر میرے طاہر کو سلامت رکھنا
کربلاؤں کے مسافر کو سلامت رکھنا
جو لگاتا ہے صدا دین کے بازاروں میں
اس دل و جان کے تاجر کو سلامت رکھنا

الحمد للہ میں اور میری فیملی گذشتہ 30 سال سے نہ صرف اس تحریک سے وابستہ ہیں بلکہ مصطفوی انقلاب کے اس فیصلہ کن معرکہ میں استقبال قائد 23 دسمبر 2012 سے لے کر تادم تحریر ہر محاذ پر پہلی صف میں شرکت کی سعادت بھی حاصل رہی ہے اور اللہ کے فضل و کرم سے ہمارا عزم و حوصلہ ہر لمحہ ذود افزوں ہے۔

سب گوارا ہے، تھکن، ساری دکھن، ساری چبھن
ایک مقصد کے لئے ہے، یہ سفر جیسا بھی ہے

میرے آرٹیکل کے دو رخ ہیں۔ ایک درخشاں و روشن اور دوسرا بے حد جاں گداز۔ درخشاں و روشن یوں کہ قائد انقلاب اور ان کے جانثار کارکنوں کی قربانیوں کے نتیجے میں قوم انقلاب سے آشنا ہوئی۔
دوسرا رخ نہایت جاں گداز اس حد تک کہ جب بھی میرا دھیان اس طرف جاتا ہے تو میرے جسم پر غم و غصہ کی شدت سے لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ ان تمام شب و روز کے انسانیت سوز اور بھیانک نظارے میری آنکھوں کے سامنے اپنی تمام تر ہیبت اور خشیت کے ساتھ آجاتے ہیں۔ کہ جب حکومت وقت 17 جون 2014 کو اپنے ہی نہتے عوام کے خون کی ندیاں بہا کر تاریخ میں یزیدی کردار رقم کر رہی تھی۔
قائداعظم محمد علی جناح نے اپریل 1946ء بمقام دہلی مسلم ارکان مجالس آئین ساز کے اجلاس میں فرمایا تھا کہ ''مسلمانوں میں دماغی قابلیت ہے، ذہانت ہے، اہلیت ہے، جرات ہے اور وہ کمالات ہیں جو کسی بھی قوم کے لیے بہت بڑا سرمایہ ہیں البتہ ہندوؤں کے مالی اور اقتصادی غلبے کے باعث مسلمانوں کے ان کمالات میں ضعف در آیا ہے۔اور وہ کردار اعلیٰ کا بھرپور مظاہرہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو پائے۔ پھر فرمایا کردار ہے کیا؟ کردار ہے عزت نفس کا بلند ترین شعور، یقین کی پختگی، امانت داری، بددیانتی سے بالا ہونا اور قوم وملت کی بہتری کی خاطر ہر لحظہ اپنا سب کچھ لٹا دینے پر تیار رہنا........''

قیام پاکستان کے بعد معماران وطن کا فرض تھا کہ وہ تحریک پاکستان کے ولولے کو بحال رکھتے اور وہ ایسا کر سکتے تھے کیونکہ تکمیل پاکستان کی منزل ابھی باقی تھی۔ ہمارا مقابلہ صنعت، تجارت، طب، تعلیم، عسکریت، سائنس اور نہ جانے کس کس میدان میں تھا۔ اگر حکمران خلوص کے ساتھ تکمیل پاکستان کے لیے اپنی توانائیاں اور

اپنے وسائل وقف کر دیتے تو قوم بھی اسی جوش وخروش کے ساتھ اپنے وطن کو سنوارنے میں مصروف رہتی تو ہر ایک کی زبان پہ یہ نغمہ ہوتا۔ ''وقت فرصت ہے کیا کام ابھی باقی ہے''

جاپان، جرمنی ہمارے سامنے ڈوب کر ابھر رہے تھے۔ کوریا ہم سے بعد میں شروع ہو کر آگے نکل رہا تھا۔ چین ہم سے ایک سال بعد آزاد ہوا اور آج تمام تر دنیا میں اپنا سکہ منوا چکا ہے اور پاکستان کی مسندِ قیادت اپنے منصب کو ضمیر کی خرید و فروخت کا وسیلہ بنا بیٹھی، نتیجتاً مادی نفسا نفسی اور اخلاقی افراتفری کی صورت پیدا ہوگئی۔ انصاف ناپید ہوگیا، ظلم وستم رواج بن گیا، رشوت خوری اسلوبِ حیات قرار پا گئی۔

67 سالوں میں ملک پاکستان کے ساتھ حکمرانوں نے جو کھلواڑ کیا۔ موجودہ حکمرانوں نے اسے اپنی انتہا پر پہنچا دیا ہے ان حکمرانوں کی نااہلیت اور ذاتی مفادات کے لیے قومی وملکی مفادات کو داؤ پر لگانے کی پالیسی نے ملک پاکستان کے وقار کو نا صرف عالمی سطح پر مجروح کیا بلکہ اندرونی طور پر بھی عدم استحکام پیدا کیا ہے۔ چنانچہ انقلاب کا مژدہ جانفزا اس وقت تک فرزندانِ اسلام کو نہیں سنایا جا سکتا جب تک انہیں نظام کی اس تبدیلی کے لئے ذہنی اور فکری طور پر تیار نہ کر لیا جائے، ان کے قلوب و اذہان میں موجود فرسودہ استحصالی نظام کے لئے نفرت نہ پیدا کی جائے اور انہیں باور نہ کرا دیا جائے کہ تم مسلسل ظلم کی چکی میں پس رہے ہو اور اس سے بڑھ کر ظلم یہ کہ تم ظالموں ہی کو نادانستہ طور پر اپنا محسن گردانتے ہو۔ فرد کی ذہنی بیداری ہی صبحِ انقلاب کو قریب تر لا سکتی ہے۔ لہذا آپ نے 17 اکتوبر 1980 کو ادارہ منہاج القرآن کی بنیاد رکھی۔ اپنی عالمگیر تجدیدی کاوشوں کا آغاز کیا۔ پھر 1989 میں عملی سیاست میں حصہ لینے کے لئے پاکستان عوامی تحریک کی بنیاد رکھی۔ 34 سال کے عرصہ میں عملی و فکری، تحقیقی و تعلیمی میدانوں میں ایسے ایسے ہمہ جہت کارنامے سرانجام دیئے جنہیں تاریخ بلاشبہ سنہری حروف میں لکھتی رہے گی۔ اسی تسلسل میں گزشتہ سال قائد انقلاب کی قیادت میں ان کے کارکنان نے ''سیاست نہیں ریاست بچاؤ'' کا نعرہ لگا کر پورے ملک میں بیداری شعور کی لہر پیدا کی۔

یہ فقط نعرہ نہیں بلکہ ملک وقوم کی حیات ہے۔ کیونکہ قیام پاکستان سے لے کر اب تک بے ہودہ اور فرسودہ نظام نے ہمارے پاؤں کو زنجیروں سے جکڑ رکھا ہے اب اس نظام کو جڑ سے اکھاڑ دینے کے لئے ڈاکٹر طاہرالقادری نے نہ صرف پاکستانی عوام کو آئین سے متعارف کروایا بلکہ ان کو ذہن نشین بھی کروایا۔ مزید منہاج القرآن، عوامی تحریک کے جانثار کارکنان اور سوسل سوسائٹی اسی مثبت جمہوری اور آئینی تبدیلی کے لئے بیداریِ شعور مہم میں مصروف ہیں۔ یاد رکھیں انقلاب اس ملک کا مقدر ہے مگر یہ اتنی آسانی سے ممکن نہیں ہے۔ اب ہمیں ان لیڈروں پر اعتماد کرنے کی بجائے خود کو سنبھلنا ہوگا۔ کھوٹے اور کھرے، صحیح اور غلط کے درمیان فرق کرنا ہوگا۔

ہمیں پورے نظام کے خلاف آئینی جنگ لڑنا ہوگی۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل 9 سے لے کر 40 تک کل 32 آرٹیکلز ہیں جو پاکستان کے بیس کروڑ عوام کو حقوق دیتے ہیں۔ ان 32 آرٹیکلز میں سے ایک بھی نافذ نہیں کیا گیا۔ جمہوریت، وسائل، اقتدار، طاقت اور خوش حالی کو صرف چند خاندانوں تک محدود رکھا گیا، اب ہمیں اسے نیچے ضلعوں، تحصیلوں، یونین کونسلوں اور قصبوں کی سطح تک لے جانا ہوگا تاکہ مظلوم عوام کے گھروں میں آسودگی و خوش حالی آسکے اب ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا انقلاب ایک روشن حقیقت بن چکا ہے جس کو چھپایا نہیں جا سکتا۔ بزدل حکومت نے ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو پاکستان آنے سے روکنے اور لوگوں کو ہراساں کرنے کے لیے طاقت کا بے جا استعمال کیا تاکہ وہ ڈر کر انقلاب کے لیے گھروں سے باہر نہ نکلیں۔

اس کے تسلسل میں 17 جون کو لاہور میں ڈاکٹر طاہر القادری کی رہائش گاہ اور منہاج القرآن سیکرٹریٹ کے باہر بیریئر ہٹانے کی آڑ میں ہونے والا حملہ ریاستی دہشت گردی، قتل و غارت اور حکومتی بربریت و تشدد کی بدترین مثال ہے اقتدار کے نشے میں بدمست حکومتِ پنجاب فرعونی اور یزیدی کردار کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے تمام تر ہتھکنڈے بروئے کار لائی۔ نتیجتاً قربانیوں کا ایک عظیم سلسلہ سانحہ ماڈل ٹاؤن سے شروع ہوا۔ ۱۷ جون کا دن راقمہ کی زندگی کا ایسا دن تھا جس کی دردناک یادیں آج بھی میرے محسوسات کی دنیا کے رونگٹے کھڑے کر دیتی ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ کارکنان میں سے راقمہ پہلی خاتون تھی جو ڈاکٹر صاحب کے گھر 1:00 بجے سب سے پہلے پہنچی اور دیکھتے ہی دیکھتے بہت سی ویمن لیگ کی اور بہنیں ڈاکٹر صاحب کے گھر کے باہر جمع ہونا شروع ہوگئیں۔ ان بہادر مجاہدات نے قیامت کی اس گھڑی میں جو کردار ادا کیا۔ اس کی مثال ملنا ناممکن ہے۔ رات 1:00 بجے سے لے کر اگلی رات 10 بجے تک مسلسل 19 گھنٹے ہم نے ایسے حالات میں گذارے جس میں درندہ صفت پولیس کی طرف سے بوڑھوں، جوانوں اور عورتوں پر بے رحمانہ لاٹھی چارج کیا گیا، مرکزی سیکرٹریٹ، گوشہ درود، اور قائدِ انقلاب کے گھر پر، آنکھوں اور گلوں کو کاٹ دینے والی زہریلی آنسو گیس کی شیلنگ سے لے کر اندھا دھند سیدھی فائرنگ اور زخموں سے چور تڑپتے جسموں نے اپنا خون دے کر تحریک، قائد اور مشن سے وفاداری کا حق ادا کیا بعد ازاں ان کی نمازِ جنازہ کی ادائیگی تک ہم اپنے زخمی جسموں کے ساتھ چلتی پھرتی زندہ لاشیں نظر آرہی تھیں۔

اس حکومتی جبر و تشدد کے نتیجہ میں 2 خواتین سمیت 14 افراد نے جامِ شہادت نوش کر کے انقلاب کی بنیاد رکھ دی تھی۔ ان کی نماز جنازہ کے بعد تو ہم بول بھی نہیں پا رہے تھے صرف ایک دوسرے کو دکھ بھری آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور ہماری آنسوؤں سے بھری آنکھوں میں ریاستی دہشت گردی اور بدامنی کے وہ مناظر تھے جو ہم نے 34 سالہ تحریکی زندگی میں نہیں دیکھے تھے۔ دل پر منوں بوجھ تھا کہ ہم زندہ کیوں بچ گئے ہیں ہم شہید

کیوں نہیں ہوئے۔ الیکٹرانک میڈیا نے اس سارے واقعہ اور آپریشن کی مکمل کاروائی عوام پاکستان تک پہنچاتے ہوئے ان حکمرانوں کے کالے کرتوتوں کو قوم کے سامنے عیاں کر دیا۔ جس میں منہاج القرآن کے مختلف شعبوں اور خود ڈاکٹر طاہر القادری کی رہائش گاہ میں عورتوں، بزرگوں، بچوں اور نوجوانوں پر اندھا دھند گولیاں برسائی گئیں۔ اس کی مثال پاکستان کی 67 سالہ تاریخ میں نہیں ملتی۔ نہتے لوگوں کو چن چن کر مارا گیا اور سب کو کمر سے اوپر گولیاں ماری گئیں جو کہ قانون کی سراسر خلاف ورزی ہے جو دو خواتین اس سانحہ میں شہید ہوئیں ان دونوں کے منہ پر گولیاں لگی تھیں اور ان میں سے ایک کے پیٹ میں بچہ بھی تھا جب اس وحشیانہ کاروائی کی تفصیلات منظرعام پر آئیں تو نہ صرف پورا ملک بلکہ دنیا بھر میں انسانی حقوق میں دلچسپی رکھنے والے عوام نے اس پر شدید احتجاج کیا۔ شہداء کے ورثاء ایف آئی آر لکھوانے کے لیے دھکے کھاتے رہے لیکن ان کی شنوائی نہ ہوئی۔ اس کے برعکس خود پولیس نے ایف آئی آر لکھ کر، وارثوں کے لیے پیروی کے دروازے بھی بند کر دیئے۔

دوسری طرف ڈاکٹر صاحب جنہوں نے 34 برس سے اپنے کارکنان کی جس انداز سے محبت و شفقت سے تربیت کی اور ان کو ہر آنے والی مشکلات سے بچائے رکھا۔ ساری عمر خود بھی پُر امن رہے اور اپنے کارکنان کو بھی پرامن رہنے کی تلقین کی۔ پاکستان عوامی تحریک کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ کارکنان نے کبھی بھی حکومتی یا پرائیویٹ املاک پر حملے نہیں کیے۔ PAT کے کارکنان نے لاشیں اٹھائیں لیکن املاک کو نقصان نہیں پہنچایا قائد انقلاب کے دل سے کوئی پوچھ کر دیکھے کہ ان پر کیا قیامت گزری ہوگی۔ اس مشکل گھڑی میں ڈاکٹر صاحب چاہتے تو پورے ملک میں آگ لگوا سکتے تھے۔ ان کے گارڈز کے پاس بھی لائسنسی اسلحہ تھا اگر وہ چاہتے تو پولیس کو نشانہ بنا سکتے تھے آپ نے اس وقت صبر اور تحمل سے کام لیتے ہوئے فہم و فراست کا ثبوت دیا اور فرمایا:

’’سانحہ ماڈل ٹاؤن کے شہدا کا خون انقلاب کی بنیاد ہے۔ ہم شہداء کے خون سے غداری اور بے وفائی نہیں کریں گے بلکہ قرآن اور قانون پاکستان کے مطابق بدلہ لیں گے‘‘۔

23 جون قائد انقلاب کی آمد

۲۳ جون کو ڈاکٹر صاحب نے پاکستان آنا تھا۔ حکمران جانتے تھے کہ قائد انقلاب کی آمد کے ساتھ ملک پاکستان کی سیاست ایک نیا رخ اختیار کر لے گی۔ عوام کے تیور اور انقلابی ایجنڈے کو دیکھ کر انہیں اقتدار اپنے ہاتھوں سے نکلتا نظر آیا۔ قائد انقلاب کی کردارکشی کے لئے باقاعدہ منصوبہ سازی کر کے پنجاب کے حکمرانوں نے فیصلہ کیا کہ ڈاکٹر صاحب کو سبق سکھانے کا وقت آ گیا ہے اور خود ان کی بدحواسی اور فیصلہ نہ کرنے کی صلاحیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جس طیارہ میں آپ تھے۔ اس نے ایئرپورٹ کے اردگرد مسلسل 8 چکر

لگائے کیونکہ اسے لینڈ کرنے کی اجازت نہ مل سکی بالآخر انہوں نے جہاز کو لاہور کی طرف جانے کا حکم صادر کر دیا۔

کارکنان نے ایک دفعہ پھر اپنے قائد کے استقبال کے لیے اسلام آباد میں حکومتی جبر و بربریت کے سامنے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ نواز حکومت نے ریاستی تشدد کے نئے ریکارڈ قائم کر دیئے بڑی تعداد میں پولیس تعینات کرتے ہوئے دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی۔

دوسری طرف لاہور اور گرد و نواح سے ہزاروں لوگوں نے اب لاہور ایئرپورٹ کا رخ کر لیا اور چند ہی لمحوں میں لاہور ایئرپورٹ بھی ’’انقلاب، انقلاب۔۔مصطفوی انقلاب‘‘ اور ’’جرات و بہادری۔۔طاہر القادری‘‘ کے نعروں سے گونج رہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب طیارے سے باہر آنے کے بعد اپنے کارکنوں کے ہمراہ سب سے پہلے جناح ہسپتال پہنچے اور 17 جون کو پولیس فائرنگ کے باعث زخمی ہو جانے والے کارکنوں کی عیادت کی اور فرمایا:

’’عوامی تحریک کے کارکنوں نے اپنا خون دے کر انقلاب کی بنیاد رکھ دی ہے‘‘۔

بعد ازاں طے پایا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے شہدا کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے ۱۰ اگست کو یومِ شہدا منایا جائے گا۔ اس موقع پر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔

’’کارکن اپنے حوصلے بلند رکھیں حکومت کفر سے چل سکتی ہے ظلم سے نہیں۔ یوم شہدا ہو گا۔ شہداء کے لیے آنے والوں کے لیے لگائے گئے ناکے اور رکاوٹیں، غیر آئینی اور غیر اخلاقی ہیں۔ ظالموں کا ظلم زیادہ دیر نہیں رہ سکتا۔ ہمارے کارکن اور عوام جرات کے ساتھ نکلیں اور رکاوٹوں کو ٹھوکر مار کر یہاں تک پہنچیں‘‘۔

حکومت نے ایک دفعہ پھر بوکھلاہٹ کا شکار ہو کر ماڈل ٹاؤن کی طرف جانے والے تمام راستے سیل کر دیئے۔ یوم شہدا کے لیے آنے والوں پر کریک ڈاؤن شروع کر دیا۔ قافلوں کو روکا گیا۔ لاٹھی چارج کیا گیا۔ ہزار ہا کارکنان کو گرفتار کیا گیا۔ بھیرہ انٹرچینج پر کارکنوں پر سیدھی گولیاں چلائی گئیں۔ سینکڑوں کارکنان زخمی حالت میں سڑک پر تڑپتے رہے۔ پنجاب حکومت نے بے شرمی کی انتہا کر دی۔ لیکن باہمت مرد، خواتین، جوان، بوڑھے اور بچے مختلف راستے اختیار کرتے ہوئے پولیس کو چکما دیتے اور بھوکے پیاسے حکومتی رکاوٹوں کے باوجود آگ اور خون کا دریا عبور کرتے ہوئے مرکزی سیکرٹریٹ ماڈل ٹاؤن پہنچے۔

اب فرعون صفت حکمران اشرافیہ براہِ راست عوام دشمنی پر اتر آئے اور انہوں نے چودہ دن تک ماڈل ٹاؤن کا محاصرہ کیے رکھا۔ ماڈل ٹاؤن کے تمام داخلی اور خارجی راستوں پر کنٹینرز رکھ کر بند کر دیے۔ کھانا، ادویات محصورین کے لیے روک دی گئی جن کی وجہ سے شدید غذائی قلت پیدا ہو گئی۔ حکومت نے ماڈل ٹاؤن کو دو ہفتے تک غزہ بنائے رکھا اور ظلم کی ایسی داستان رقم کی کہ دنیا کی تاریخ ان پر لعنت بھیجے گی۔ لیکن آفرین ان

کارکنان، مرد و خواتین، بچوں اور بوڑھوں پر جو لمحہ بھر بھی اف کیے بغیر استقامت اور بہادری کے ساتھ اپنے قائد کے شانہ بشانہ کھڑے رہے۔ اس لئے تاکہ ان چوروں، لٹیروں اور فرعون صفت حکمران اشرافیہ کے خلاف قائد انقلاب کی سربراہی میں تاریخ ساز فیصلہ کرنے کے لئے باہر نکل سکیں۔

انقلاب مارچ

اہل زر، بے دین، سفاک حکومت کا ظلم ابھی ختم نہیں ہوا اور دوسری طرح جانثاروں نے بھی صبر، برداشت، جرات اور قربانی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور ایسی مثالیں قائم کیں جو کسی بھی جماعت یا تحریک میں ملنا مشکل ہیں۔ 14 اگست انقلاب مارچ کے آغاز سے قبل فیصل ٹاؤن، ماڈل ٹاؤن، کلمہ چوک، مڑیاں سٹاپ اور جناح ہسپتال کے تمام راستوں کو کنٹینرز، مٹی، خاردار تاروں، لوہے کے بیئریرز اور منی لوڈر ٹرک لگا کر روک دیا گیا تھا۔

جیسے ہی ڈاکٹر طاہر القادری نے اعلان کیا کہ ابھی تھوڑی دیر میں کاروانِ انقلاب اسلام آباد کے لیے روانہ ہو جائے گا۔ بس اسی وقت پاکستان عوامی تحریک کے کارکنان ہیرو بن کر میدان میں اترے تو ماڈل ٹاؤن کے باہر تعینات پولیس تتر بتر ہوگئی اور کاروانِ انقلاب کے شرکاء اور کارکنوں نے کنٹینرز سمیت تمام رکاوٹوں کو ہٹا دیا اور قافلہ تین سے چار کلومیٹر پیدل چل کر ماڈل ٹاؤن سے فیروز پور روڈ پہنچا، عوام کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کے سامنے حکومت بے بس ہوگئی اور یوں قافلہ انقلاب اسلام آباد روانہ ہوگیا یہ سوچ کر کہ

چل پڑا ہوں شوقِ بے پروا کو مرشد مان کر   راستہ پر پیچ ہے یا پُر خطر جیسا بھی ہے

وطن عزیز کے غریبوں کا مقدر بدلنے، مرجھائے ہوئے چہروں پر مسکراہٹ لانے، مایوس لوگوں کی زندگیوں میں نور لانے اور پاکستان کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے جانثار انقلابی کارکنان نے اپنے عظیم لیڈر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے ساتھ 70 دن اسلام آباد میں دھرنا دیا۔ پاکستان کی تاریخ کا یہ انوکھا اور طویل دھرنا تھا۔

موجودہ حکومت شروع دن سے ہی ڈاکٹر صاحب کی صاف گوئی سے سخت نالاں رہی ہے اس وجہ سے آپ پر گاہے بگاہے بے بنیاد الزامات لگاتے رہے ہیں۔ کبھی دوہری شہریت کا شوشہ چھوڑا تو کبھی منی لانڈرنگ کا بے بنیاد الزام لگایا، کبھی پیسے دے کر لوگوں کو دھرنے میں بلانے کا مضحکہ خیز الزام دیا گیا تو کبھی حکومت سے ڈیل کیے جانے کا راگ آلاپا گیا۔ مگر وقت نے ثابت کر دیا کہ ڈاکٹر صاحب پر لگنے والے تمام الزامات جھوٹے اور بے بنیاد ہیں۔

آپ کی اسی حق پرستی اور عزم مصمم نے آپ کو اس حد تک بے باک بنا دیا ہے کہ بڑے سے بڑے مخالف اور طعن کرنے والے آپ کا سامنا کرنے سے گھبراتے ہیں۔

دھرنے کے بارے میں من گھڑت باتیں کرنے والے تو اپنی موت خود ہی مر گئے لیکن شائد کم لوگوں کو علم

ہو کہ ڈاکٹر صاحب کی صحبت میں گزرنے والا ہر لمحہ با مقصد اور با معنی سیکھنے کا ایک ذریعہ تھا۔ تقریباً تین ماہ تک چھوٹے سے کنٹینر میں گزرنے والے آپ کے یہ لمحات انتہائی مصروف گذرے۔ 70 دن تک ایک چھوٹے سے کنٹینر میں شب وروز گزارنے والی شخصیت سارا دن مصروف عمل رہتی، مذاکرات، انٹرویوز، خطابات ، آئندہ کے لائحہ عمل پر غور وفکر، اتحادی جماعتوں سے اجلاس، PAT کی کور کمیٹی کے اجلاس ،مختلف احباب سے ملاقاتیں اور دوسری طرف کارکنان کے مسائل حل کرنا اور اس کے ساتھ ساتھ ریاستی مظالم برداشت کرنا، اپنے ساتھیوں کی لاشیں گرتی دیکھنا، زخمیوں کے تڑپتے ہوئے روح فرسا مناظر دیکھنا، ماؤں، بہنوں، بیٹیوں اور بالخصوص بچوں کا کھلے آسمان تلے 70 دن تک تیز دھوپ ،موسلا دھار بارش، اشیائے خورد ونوش کی قلت، حوائج ضروریہ کے لیے بیت الخلا کی کمی کو برداشت کرتے دیکھنا۔ الغرض خواتین کارکنان کی لازوال قربانیوں کے باوجود آپ کا جذبہ ہمیشہ جواں اور حوصلہ بلند ہی رہا۔

وقت نے یہ ثابت کر دیا کہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری مسلم دنیا میں اسلام پر ایک اتھارٹی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ پاکستان کے وہ عظیم لیڈر ہیں جن کی زبان میں اللہ پاک نے وہ تاثیر رکھی ہے کہ آپ منہ سے جو بات نکالتے ہیں وہ پوری ہوجاتی ہے ہم نے دوران دھرنا دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب سے دھرنے والوں کی مشقت برداشت نہیں ہوتی تھی ایک دن آپ فوراً سٹیج پر آئے اور سول سوسائٹی سے اپیل کی کہ شرکاء دھرنا کے لیے خیمے ، چھتریاں، بچوں کے پڑھنے کے لیے کتابیں، کاپیاں اور کھیلنے کے لیے کھلونے، دودھ اور کمبل بھجوائیں۔

پھر چشم فلک نے دیکھا کہ اگلے روز ہی دھرنا مہینوں میں نہیں بلکہ دنوں میں باقاعدہ خیمہ بستیوں میں منتقل ہوگیا۔ ہر خیمے پر pat کے جھنڈے لہرانے لگے، انقلاب مارچ سکول کھل گئے اور بچوں کی کلاسز کا آغاز ہو گیا تاکہ بچوں کا وقت ضائع نہ ہو۔ بچوں کے لئے جھولے لگ گئے۔ دھرنا بستیوں کی اپنی چیک پوسٹیں بن گئیں جہاں PAT کے کارکنان گاڑیاں روکتے اور چیک کرکے آنے اور جانے دیتے۔ شرکاء دھرنا راتوں کو جاگ کر اپنی اور دوسروں کی حفاظت کرنے لگے۔ ہر شخص اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرنے لگا۔ یوں خلق خدا کا راج شروع ہو گیا۔

شرکاء دھرنا اپنا سارا غم بھول جاتے جب ڈاکٹر صاحب گاہے بگاہے چہل قدمی کے لیے کنٹینر سے باہر آتے۔ دھرنے میں موجود کارکنوں میں گھل مل جاتے۔ ان کے مسائل کو سنتے اور موقع پر حل کر دیتے۔ کبھی کھیلتے ہوئے بچوں کو چومتے کبھی ان کو اپنے کندھوں پر بٹھاتے ان کی سالگرہ پر کیک کاٹتے ، خیمہ بستی میں قائم کردہ سکولوں کا جائزہ لیتے اور کبھی کرکٹ کھیلتے ہوئے نوجوانوں کے ساتھ کھیل میں شریک ہو جاتے ڈاکٹر صاحب کا یہ عمل شرکاء دھرنا کے جذبات اور ولولوں میں کئی گنا اضافہ کر دیتا۔

اور کارکنان کا بھی عالم یہ تھا سب گوارا ہے تھکن، ساری دکھن، ساری چبھن الغرض اپنے قائد سے عہد و

وفا نبھانے کے لیے ہر طرح کی قربانی کے لیے تیار تھے۔ مخالفین انہی جانثاروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ نجانے کس چیز سے بنے ہوئے ہیں ان پر سورج کی گرمی کا اثر ہوتا ہے نہ بارش کا اور نہ برسائی گئی بدترین آنسو گیس کا اور نہ ہلاکت خیز گولیوں کا۔ 30 اگست کو اسلام آباد کی تاریخ کے بدترین ریاستی تشدد کے باوجود یہ لوگ اپنے قدموں پر مضبوطی سے ڈٹے رہے کوئی چیز بھی ان کے پایہ استقلال میں لرزش نہ پیدا کر سکی۔ بھوکے، پیاسے، نیند اور آرام سے بے نیاز جان ہتھیلی پر رکھے اس قیامت خیز رات (جو تمام پاکستانیوں نے آنکھوں میں گزار دی) میں بھی یہ لوگ ریاستی جبر و بربریت کے سامنے سینہ سپر رہے۔ ریڈزون میں PAT کے کارکنان ساری رات دفاعی لڑائی لڑتے رہے۔ پاکستان تحریک انصاف کے کارکنان و شرکاء دھرنا اس ناگہانی آفت کو برداشت نہ کر سکے اور ابتداء میں ہی شاہراہ دستور سے چلے گئے۔ پوری رات PAT کے کارکنان نے قائد انقلاب کی ہدایت پر عمران خان کے کنٹینر کو بھی حفاظتی حصار میں رکھا تاکہ بدحواس حکومت ان کی قیادت کو نقصان نہ پہنچا سکے اس دوران کئی کارکن شہید ہو گئے۔ 600 سے زائد زخمی ہوگئے، سینکڑوں کارکن گرفتار کر لیے گئے۔ خواتین اور بچے بُری طرح متاثر ہوئے۔ راستے پتھروں اور ربڑ کی گولیوں کے خول سے بھر گئے۔ اس قدر تشدد کے باوجود PAT کے کارکنان ڈٹے رہے۔ ایسے ہی کارکنان کی لازوال قربانیاں انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوا کرتی ہیں جنہوں نے استحکام پاکستان کے حق میں نعرے لگائے۔ حکومت کے ظلم کا نشانہ بنے۔ انقلاب کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ کارکنان، مرد و خواتین نے جسمانی اور مالی قربانیاں دے کر نقصانات برداشت کیے۔ ماؤں نے اپنے بیٹے قربان کیے۔ بہنوں نے بھائیوں کی قربانیاں دیں۔ سہاگنوں نے سہاگ لٹائے۔

اس انقلابی جدوجہد کے دوران کارکنان نے ہر حوالے سے قربانیوں کی جو تاریخ رقم کی ہے وہ نہ صرف ہماری تحریک کے ماتھے کا جھومر ہے بلکہ آئندہ آنے والے زمانے میں بھی ہمارے کارکنان کی قربانیاں دیگر جماعتوں اور تنظیموں کے لئے صبر، استقامت اور جہد مسلسل کے باب میں مینارہ نور کی حیثیت کی حامل ہوگی۔ قارئین! ہمیں پختہ ایمان کی طرح اس بات کو دل و دماغ میں بٹھا لینا چاہیے کہ انقلاب مارچ، دھرنا، اس کے بعد انتخابی سیاست تمام حکمت عملی ہے۔ ہمارا مقصد ''انقلاب'' ہے اور ہم اپنی انقلابی جدوجہد سے پیچھے نہیں ہٹے۔ ہمیں بھول کر بھی ایسا گمان نہیں کرنا چاہیے کہ ہم نے جو قربانیاں دیں، شہادتیں ہوئیں اور جدوجہد کی ان تمام کے باوجود شاید ہم انقلاب سے پیچھے ہٹ گئے ہیں، نہیں! ہم بھی ان مقدس ہستیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حق کی خاطر...... 18 کروڑ غریب عوام کی خاطر...... آئین و قانون کی بالادستی کی خاطر...... اس ملک میں عدل و انصاف کو قائم کرنے کی خاطر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے ساتھ اپنا سفر انقلاب جاری رکھے ہوئے ہیں۔ انقلاب کے لئے ہماری جدوجہد جاری تھی، جاری ہے اور جاری رہے گی۔ (ان شاء اللہ)

کہتی ہے خلق خدا تجھے

کیا؟ ------- کیا؟

ڈاکٹر ابوالحسن الازہری

بعد از حمد وصلوۃ یہ سوچتا رہا کہ ڈاکٹر طاہرالقادری کی شخصیت کو اپنے مشاہدے کے تناظر میں بیان کروں یا اپنے تجربے کی روشنی میں ذکرکروں، ان کو ان کی مجالس کی رو سے لکھوں یا ان کے خطابات لیکچرز کی تہوں میں اتر کر رقم کروں یا ان کی سینکڑوں تصانیف میں ان کی قلم سے نکلے ہوئے موتیوں میں تلاش کروں پھر یہ خیال آیا ان کو ان کے دنیا بھر کے اسلامک سینٹرز، دعوتی وتبلیغی اور فلاحی، رفاعی مراکز اور تنظیمی دفاتر میں ڈھونڈوں یا پاکستان بھر میں تعلیمی، دعوتی اور تنظیمی نیٹ ورک میں غورکروں پھر دفعتاً اس خیال کو بھی ترک کیا اس لئے کہ خیال کو بھی کوئی سمت اور جہت ہی نہیں مل رہی اس بناء پر کہ خیال کو بھی ایک بحرے بے کنار سے واسطہ پڑا ہے۔ پھر اچانک اسی بحرے بے کنارے کے فیض سے ایک موج ذہن کی سطح پر تیرتی ہوئی آئی اور وہ یہ پیغام لائی انسان کی فضیلت اور فوقیت اور شرف وعزت اور انفرادیت وعلوت وہی ہے جسے زمانے کے معاصرین، موافقین، مخالفین، ناقدین اور عدوین مانیں، جانیں، اعتراف کریں اورتسلیم کریں۔

اس لئے پھر دیکھا کہ کس کس نے انہیں کیا کہا ہے اور کیا لکھا ہے کیسے انہیں پرکھا ہے کیسے انہیں جانا ہے، کیسے انہیں دیکھا ہے اور کیسے انہیں محسوس کیا ہے، ان ساری ادرا کی کیفیات کو بطور ٹائٹل یہ نام دیا ہے۔ کہتی ہے خلق خدا تجھے: کیا؟ کیا؟

اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری ہے کہ خلق خدا کے حوالے سے کس کس کی بات نقل کی جائے اور کس کی بات کو اظہار میں لایا جائے اس بارے میں عربی کا یہ مشہور مقولہ راہنمائی کرتا ہے۔

والفضل ماشهدت به الاعداء. حقیقی فضل وکمال وہ ہے جسے دشمن ومخالفین بھی مانیں اور گواہی دیں اس قول کی بناء پر ڈاکٹر طاہرالقادری کو ان کے معاصرین کس کس نگاہ اور زاویے سے دیکھتے ہیں ان کی آراء وافکار کا بطور خاص یہاں ذکر کیا گیا ہے۔

اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری ہے اس سارے مواد کا ماخذ مجلّہ منہاج القرآن کے دو شمارے سلور جوبلی نمبر 2005ء اور خصوصی اشاعت دسمبر 2014ء ہیں، مجلّے کی انتظامیہ کا بھی شکریہ اور ان تمام شخصیات کا بھی جن کے خیالات سے ہزاروں مستفید ہوں گے، مجھے امید ہے ان شاء اللہ یہ کاوش عصر حاضر کی اس عظیم اور نابغہ عصر شخصیت کی جان و پہچان کے لئے ایک کتاب کے مقدمے کی اولین چند سطور کی حیثیت ضرور حاصل کرے گی۔ باری تعالیٰ راقم و مولف کو اپنی اور اپنے رسول مکرم ﷺ کی رضا عطا فرمائے اور اپنے صالحین کی خوشنودی عنایت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

1۔ علماء و مشائخ عظام کی رائے

ا۔ اس بچے سے ایک جہاں مستفید ہوگا۔ شیخ الاسلام خواجہ قمرالدین سیالویؒ

شیخ الاسلام خواجہ قمرالدین سیالویؒ نے 1966ء میں سید ابوالبرکاتؒ، پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ، خواجہ غلام محی الدین بابو جیؒ گولڑہ شریف، خواجہ خان محمدؒ تونسہ شریف کی موجودگی میں جب ڈاکٹر طاہرالقادری کی عمر پندرہ سال تھی، دارالعلوم سیال شریف کی تقریب میں خواجہ صاحب کے حکم کے مطابق دس منٹ خطاب کیا اس کے بعد شیخ الاسلام خواجہ قمرالدین سیالویؒ نے آپ کی پیشانی چومتے ہوئے فرمایا:

’لوگو! آپ نے اس بچے کا خطاب تو سن لیا ہے، میں آپ کو گواہ بنانا چاہتا ہوں ہمیں اس بچے پر فخر ہے، ایک دن ایسا آئے گا کہ یہی بچہ عالم اسلام اور اہلسنت کا قابل فخر سرمایہ ہوگا۔ میں تو شاید زندہ نہ ہوں لیکن آپ میں سے اکثر لوگ دیکھیں گے کہ یہ بچہ آسمانِ علم وفن پر نیر تاباں بن کر چمکے گا۔ اس کے علم و فکر اور کاوش سے عقائد اہلسنت کو تقویت ملے گی اور علم کا وقار بڑھے گا۔ اہلسنت کا مسلک اس نوجوان کے ساتھ وابستہ ہے اور اس کی کاوشوں سے ایک جہاں مستفید ہوگا۔

۲۔ اس نوجوان سے ایک عالم فیضیاب ہوگا۔ غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ

اللہ پاک نے انہیں بہت صلاحیتیں عطا کررکھی ہیں، مجھے اس نوجوان سے بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ آپ سب لوگ گواہ ہوجائیں اور میری یہ بات غور سے سن لیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سینے میں فیوضاتِ محمدی ﷺ کا ایسا نور رکھ دیا ہے جو وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھے گا اور ایک عالم کو فیضیاب کرے گا۔ کاش تم بھی اس نور کو پھلتا پھولتا دیکھ سکو، اللہ کرے ان کے اس علمی، فکری اور روحانی نور سے پورا عالم اسلام اور دنیائے اہلسنت روشن ومنور ہوجائے۔ انشاء اللہ ایسا ہوگا۔

۳۔ یہ نوجوان ہمارا سہارا ہے۔ ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ

خدائے قدوس کا ہم پہ احسان ہے کہ اس نے آج کے دور میں اس مرد مجاہد (ڈاکٹر طاہرالقادری) کو حسنِ بیان اور دردِ دروں کے ساتھ سوچ، ذہن اور دل کی وہ صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں کہ جن کی بدولت سب طلسم پارہ پارہ ہوجائیں گے اور وہ دن دور نہیں جب غلامان مصطفیٰ ﷺ کے ہاتھ میں کامیابی کا پرچم لہرا رہا ہوگا۔

اس دور پرفتن میں جب میں اس نوجوان کے بارے میں سوچتا ہوں تو میرا دل خدا کے حضور احساس تشکر سے بھرجاتا ہے۔ میری زبان پر بے ساختہ آتا ہے کہ مولا ہماری دولت، ہمارے نوجوان ہم سے چھن گئے تھے۔ یہ تیرا کرم ہے کہ تو نے اس مرد مجاہد سے ہمیں سہارا عطا کیا۔ نوجوانوں کو اس کے بیانات و خطبات سننے اور اس کی تحریریں پڑھنے سے تسکین ملتی ہے ہمارے دلوں سے دعا نکلتی ہے کہ اے خدا! اس مرد مجاہد کو عمر خضر عطا فرما۔

2۔ عالمی شخصیات کی رائے

ا۔ منہاج القرآن دنیا کی بہترین تنظیم ہے۔ شیخ احمد دیدات۔ ساؤتھ افریقہ

میں ڈاکٹر طاہرالقادری کی احیائے اسلام اور دین مبین کی سربلندی کے لئے کی جانے والی کاوشوں اور خدمات سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ میں نے دنیا بھر میں کوئی بھی تنظیم یا تحریک، تحریک منہاج القرآن سے بہتر منظّم اور مربوط نہیں دیکھی۔

۲۔ ان کا علم وفکر پھلدار درخت کی مانند ہے۔ الشیخ السید محمد الیعقوبی۔ محدث شام

مجھے ڈاکٹر صاحب کے آثار علمی جن میں ان کی کتب اور ان کے اداروں سے فارغ ہونے والے کثیر طلباء ہیں، دیکھ کر دلی اطمینان اور خوشی ہوئی۔ اس ادارے، کی مرکزی لائبریری، دفاتر اور تمام شعبے قابل تقلید اور قابل رشک انداز سے خدمت دین میں محو ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے یہاں ڈاکٹر صاحب کے علم وفکر کو قد آور و مفید پھلدار درخت کی طرح دیکھا ہے جس پر ہمہ وقت اللہ کے فضل وکرم سے فصلِ بہار کا اثر دکھائی دیتا ہے۔

۳۔ میں انہیں دیکھ کر ورطہ حیرت میں ہوں۔ ڈاکٹر عبدالرحیم علی۔ رکن مجلس شوریٰ سوڈان

مجھے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو پہلی مرتبہ قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ میں نے جب ان کی تصانیف، دعوتی، علمی اور فکری مواد اور ان کی دیگر Productions دیکھیں اور پھر ان کی معلومات کی وسعت اور مختلف زبانوں میں ان کی مہارت کو ملاحظہ کیا تو ایک شخص میں اتنی زیادہ خوبیاں دیکھ کر میری عقل ورطہ حیرت

میں گم ہو گئی ہے۔

۴۔ وہ قابل رشک شخصیت ہیں۔ الشیخ اسعد محمد سعید الصاغرجی ۔ فقیہ دمشق

ہم نے منہاج القرآن کے مختلف شعبہ جات اور سرگرمیاں دیکھیں تو ہماری عقل دنگ رہ گئی۔ خاص طور پر اس تحریک کا دینی نیٹ ورک اور انتظام و انصرام جس کی سرپرستی اور دیکھ بھال خود شیخ الاسلام فرمارہے ہیں۔ یقیناً قابل رشک ہے۔ اللہ تعالیٰ شیخ الاسلام کو عمر دراز عطا فرمائے اور انکے وجود مسعود سے مسلمانوں کو خاطر خواہ فائدہ پہنچائے ہم یہ تمنا کرتے ہیں کہ منہاج القرآن کی پوری دنیا میں شاخیں ہوں اور ہماری یہ خواہش ہے کہ ہم بھی اس تحریک کے سپاہی بن کر خدمت دین کا فریضہ سرانجام دیں۔

۵۔ طاہرالقادری کی مثال مسلم دنیا میں کوئی نہیں۔ شیخ محمد ابوالخیر الشکری۔ شام

ہم نے منہاج القرآن کے تمام شعبہ جات دیکھے جن کے مشاہدے نے ہمارے سینوں کو ٹھنڈا اور ہمارے دلوں کو فرحت بخشی ہے اور ہمیں منہاج القرآن کے اس تمام نیٹ ورک کے پیچھے بہت زیادہ کاوشیں کارفرما نظر آئیں جس کی مثال عالم اسلام میں نہیں ملتی۔ ہمارے اس دورے کا ماحصل شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی زیارت ہے۔ ان کی شکل میں ہم نے ایک سچے عالم اور ایک عظیم لیڈر کی جھلک دیکھی ہے۔ وہ ایک ایسے محقق ہیں جن کی مثال آج کی مسلم دنیا میں یقیناً نہیں ملتی۔

٦۔ وہ جدید و قدیم علوم کے جامع ہیں۔ ڈاکٹر شہاب الدین احمد۔ شام

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اور ان کی تحریک منہاج القرآن آج کے دور میں علوم عصریہ اور علوم دینیہ کو یکجا کررہے ہیں اور شریعت و حقیقت اور عقل و قلب کو بھی اس طرح جمع کررہے ہیں جس سے انسان کو کمال نصیب ہوتا ہے اور یہ کمال اس زمانے میں ختم ہو رہا ہے۔ جسے منہاج القرآن نے اب زندہ کردیا ہے اور شیخ الاسلام، امت محمدیہ کے اسی فرض کفایہ کو ادا کررہے ہیں۔

3۔ اہل قانون کی رائے

ا۔ تم نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا ہے۔ اے کے بروہی۔ نامور ماہر قانون

پنجاب یونیورسٹی لاء کالج میں اجتہاد کے موضوع پر آپ کا لیکچر سننے کے بعد اے کے بروہی نے کہا:

بروہی اتنی آسانی سے کسی سے متاثر نہیں ہوتا لیکن

Gentleman you have realy impressed me

آج آپ کی گفتگو سے میں بہت خوش اور متاثر ہوا ہوں۔ میں آپ کے علمی مستقبل سے پر امید ہوں، آپ نے جس Depth میں باتیں کیں ہیں میں نے انہیں پالیا ہے، بہر حال میں آپ کے ان خیالات کے شائع ہونے کا انتظار کروں گا اور اس کا ایک مرتبہ پھر مطالعہ کرنا چاہوں گا۔

ii۔ کاش لوگ تمہاری قدر کریں اور ساتھ دیں۔ اے کے بروہی

کراچی کے میریٹ ہوٹل میں Islamic Concept of State کے موضوع پر ہمدرد ملت حکیم محمد سعید مرحوم نے سیمینار کرایا۔ پروگرام کے اختتام پر اے کے بروہی بار بار ڈاکٹر طاہرالقادری کو کہہ رہے تھے۔

"You have to protect your self in this country"

ڈاکٹر صاحب اس ملک میں اپنی حفاظت خود کرنا۔ اس لئے کہ آپ کے خلاف بڑا حسد ہوگا۔ People will jalous، اہل علم حسد کریں گے اور عوام ناقادری کریں گے (الا ماشاء اللہ)، وقت کے ساتھ حسد اور عداوت بڑھتی جائے گی، دشمنی کا وطیرہ عام ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے جو نعمت علم وفکر آپ کو دے رکھی ہے اسے میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں، کاش دوسرے لوگ بھی اسی بصیرت سے کام لیتے ہوئے آپ کے مقام و مرتبے کا اندازہ کریں اور آپ کا ساتھ دیں۔

۲۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد رکھی ہے۔ جسٹس انوارالحق۔ سابق چیف جسٹس پاکستان

مجھے ڈاکٹر طاہرالقادری سے ملنے اور ان کے خیالات اور تصورات سے زبانی اور تحریری صورت میں مستفید ہونے کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں گہرے علم اور منفرد حکمت سے نوازا ہے اور انہیں ایسی صلاحیت حوصلہ اور عزت عطا کی ہے جس کا ایک ہی شخصیت میں پایا جانا آج کے دور میں نایاب ہے۔ عصر حاضر میں ڈاکٹر طاہرالقادری نے بڑی حکمت و دانائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تحریک منہاج القرآن کی صورت میں اسلام کی شمع کو فروزاں کردیا ہے اور امت کی ہمہ گیر اصلاح کرنے کی صورت میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد رکھ دی ہے۔

۳۔ طاہرالقادری کو جدید و قدیم علوم پر عبور حاصل ہے۔ جسٹس غلام مجدد مرزا۔ سابق چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ

ڈاکٹر طاہرالقادری کی ذاتی عظمت، انتھک جدوجہد، ان کے افکار و کردار کی خوبصورتی، ان کی پاکیزگی اور ان کا نیک سیرت کردار ہونا یہ سب چیزیں مل کر ان کو گلشن اسلام کا ایک منفرد پھول بنادیتی ہیں، ان کی زندگی

کا مشن اسلام کی خدمت ہے، اللہ اور اس کے رسول کے پیغام کا ابلاغ و فروغ ہے، ڈاکٹر طاہرالقادری کو علوم جدیدہ و قدیمہ دونوں پر عبور اور ملکہ حاصل ہے۔ انہوں نے جس انداز اور طریق پر ادب و تعظیم رسول ﷺ اور اتباع و اطاعت رسول ﷺ کی تحریک کا آغاز کیا ہے۔ اس نے انسانیت کی قلب و روح کو ایک نئی خوبصورتی عطا کی ہے اور اللہ کے بندوں کو ایک نئی خوشبو سے معطر کر دیا ہے۔

۴۔ ہر موضوع پر گھنٹوں بول سکتے ہیں۔ جسٹس سید سجاد علی شاہ۔ سابق چیف جسٹس آف پاکستان

ڈاکٹر طاہرالقادری ایک عظیم اور ذہین انسان ہیں اور ایک شعلہ بیان مقرر ہیں۔ اپنی تنظیم کو نہایت ہی منظّم انداز میں لیکر رواں دواں ہیں، سب سے اہم بات جو میں نے ان میں دیکھی ہے وہ وسیع المطالعہ ہیں۔ وہ ہر موضوع پر بغیر جھجک کے کئی کئی گھنٹے گفتگو کر سکتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تحریک کو بڑے اچھے انداز میں آرگنائز کیا ہوا ہے، نہ صرف پورے ملک میں ان کی شاخیں ہیں بلکہ پوری دنیا میں ان کے بڑے بڑے اسلامک سنٹرز ہیں۔ جہاں مثبت انداز میں اسلام کو پیش کیا جا رہا ہے اور تعلیم کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر طاہرالقادری نے بہت بڑی منہاج یونیورسٹی بھی قائم کی ہے جہاں سائنس و ٹیکنالوجی کی تعلیم بھی دی جا رہی ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے دین اسلام کی وسیع پیمانے پر خدمت کی ہے اور بہت سی کتابیں بھی لکھی ہیں۔

3۔ آرمی جرنیلوں کی رائے

ا۔ طاہرالقادری ہمہ جہت رہبر و راہنما ہیں۔ مرزا اسلم بیگ۔ سابق چیف آف آرمی سٹاف

میرے خیال میں ڈاکٹر طاہرالقادری کے فکری مقام اور علمی وسعت کو ناپنا بہت مشکل کام ہے۔ ایک منفرد بات اور حیرت انگیز امر یہ ہے کہ ایک شخص اتنے مختصر عرصہ میں وہ سب کچھ کر ڈالے جو ڈاکٹر طاہرالقادری نے کیا ہے۔ 1951ء میں ڈاکٹر طاہرالقادری پیدا ہوئے اور اب اتنا بڑا علمی نام، بے شمار تصانیف اور اتنی زیادہ زمین پر نظر آنے والی عملی خدمات اور اتنے زیادہ ادارے اور دنیا کے بے شمار ممالک میں تنظیمی نیٹ ورک اور وہ بھی اتنے کم اور انتہائی مختصر عرصے میں یہ سب کچھ دیکھ کر انسان محو حیرت ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر طاہرالقادری روایتی علماء سے کلیتاً مختلف شخصیت کے مالک ہیں۔ وہ تنگ نظر نہیں ہیں اور ایک ہی سمت نہیں سوچتے ہیں، درحقیقت ڈاکٹر طاہرالقادری ایک متبحر عالم دین بھی ہیں، ایک مفکر بھی ہیں، ایک روحانی رہنما بھی ہیں، ایک معاشرتی مصلح بھی ہیں، ایک سیاسی مدبر بھی ہیں اور ساتھ ساتھ ایک عظیم قائد بھی ہیں۔

۲۔ اسباب کو موافق بنانے کی غیر معمولی صلاحیت ہے۔ جنرل (ر) حمید گل۔ سابق سربراہ آئی ایس آئی

ڈاکٹر طاہرالقادری ایک (God Gifted) انسان ہیں آپ عظیم سکالر اور بہترین مقرر ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ آپ کے پاس نہ صرف دینی علوم کا خزانہ موجود ہے بلکہ دنیاوی و سائنسی علوم پر بھی کامل دسترس ہے۔ نوجوان نسل ڈاکٹر طاہرالقادری سے اسی بناء پر بہت متاثر ہے۔

ڈاکٹر صاحب کو یہ کمال بھی حاصل ہے کہ آپ اسباب (Create) کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں اور آپ کی شخصیت میں (Diversity) اور تنوع ہے جس سے نوجوان نسل آپ کی جانب مائل ہوتی ہے۔ ڈاکٹر طاہرالقادری نوجوانوں کی علمی، فکری اور عملی، فکری تربیت کر رہے ہیں۔ آپ کا علمی مقام مستند ہے جو اتحاد امت مسلمہ کا تصور دیتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے نوجوانوں کو سائنسی علوم کی ترغیب دی ہے جس کی وجہ سے وہ آپ کی شخصیت سے Inspire ہیں۔ بہرحال میں ڈاکٹر طاہرالقادری کے بارے میں اتنا کہوں گا کہ:

He is an Intelligent, energetic, Honest, Honourable and Hardworking Leader.

آپ نوجوانوں کے لئے Absorbing شخصیت کے مالک ہیں اور آپ ایک عظیم معلم، اعلیٰ مربی ہیں اور نوجوانوں کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔

۳۔ طاہرالقادری کی کال پر لاکھوں لوگ آ گئے۔ جنرل (ر) پرویز مشرف۔ سابق صدر و چیف آف آرمی سٹاف پاکستان

ڈاکٹر طاہرالقادری نے جو دھرنا دیا ہے وہ ہمارے سامنے ہے ان کی ایک کال پر لاکھوں لوگ آ گئے ہیں۔ اس لئے کہ لوگ موجودہ لیڈر شپ سے تنگ ہیں۔ ڈاکٹر طاہرالقادری کے دھرنے کو حقائق کی روشنی میں دیکھنا چاہئے پہلی بات تو یہ ہے ان کا لانگ مارچ ایک بہت بڑا انقلاب مارچ ہے، قابل دید ڈسپلن ان کے ہاں دیکھنے کو ملا ہے میں نے آج تک اتنا منظّم اور ڈسپلن سے بھرپور دھرنا پاکستان کی دھرتی میں نہیں دیکھا ہے۔

یہ تاثر قطعاً غلط ہے کہ طاہرالقادری کسی غیر ملکی ایجنڈے اور پیسے کے سہارے پاکستان میں آئے ہیں۔ اس دھرنے سے قبل ان کی کارکردگی دیکھیں ان کی تقاریر اور لیکچرز کو لوگوں کی بہت بڑی تعداد سنتی ہے۔ وہ مکمل تیاری اور ہوم ورک کے بعد پاکستان میں آئے ہیں اور ان کو دنیا بھر سے عام لوگ تحریک کے لئے عطیات دیتے

ہیں جو کہ کروڑوں میں ہیں اس لئے میری رائے ہے ان کو کوئی غیر ملکی امداد نہیں ملتی اور نہ ہی کوئی ان کی مالی سپورٹ کرتا ہے۔

4۔ اہل سیاست کی رائے

ا۔ چوٹی کے سیاستدان ہیں اور مخالفین ان سے خائف ہیں۔ فاروق احمد لغاری۔ سابق صدر پاکستان

ڈاکٹر طاہر القادری بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اکثر سیاستدان ان سے خائف بھی رہتے ہیں کیونکہ تقریر و تحریر اور مدلل گفتگو میں وہ چوٹی کے سیاستدانوں میں سے ایک ہیں۔ ہمارے ملک میں سیاست، دھن، دھونس اور دھاندلی کے ذریعے کی جاتی ہے۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ طاہر القادری نہ جاگیردار ہیں نہ سرمایہ دار ہیں دنیا ان کو ایک نامور سکالر، سیاستدان اور عالمی شخصیت کے روپ میں دیکھتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں ڈاکٹر طاہر القادری ایک کامیاب سیاستدان اور زیرک انسان ہیں۔ مستقبل میں ان کی حکمت عملی بجا طور پر انہیں عزت افزائی سے سرفراز کریگی۔

۲۔ اسلام کو بطور رول ماڈل پیش کیا ہے۔ معراج خالد۔ سابق وزیراعظم

ڈاکٹر طاہر القادری کے بارے میں ساری دنیا جانتی ہے کہ وہ کتنی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ انہوں نے ایک بہت بڑا تعلیمی اور تنظیمی نیٹ ورک پھیلا رکھا ہے۔ وہ اپنی تحریک کے ذریعے اندرون ملک اور بیرون ملک اسلام کو ایک بہترین رول ماڈل کے طور پر پیش کررہے ہیں۔ تعلیمی میدان میں جدید تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے انہوں نے جو سلیبلس و کورس متعارف کرایا ہے وہ آج کی علمی اور عصری ضرورتوں کو پورا کررہا ہے۔ ان کی کامیابیاں قابل تحسین ہیں اور دنیا بھر میں منہاج القرآن کے بہت بڑے تنظیمی نیٹ ورک کا تمام تر کریڈٹ ان ہی کو جاتا ہے۔

۳۔ ایک کرشماتی شخصیت کے مالک ہیں۔ میاں محمد اظہر۔ سابق گورنر پنجاب

میں ڈاکٹر طاہر القادری کی شخصیت سے گذشتہ 20 سالوں سے واقف و متعارف ہوں اب یہ واقفیت ایک خوشگوار تعلق میں بدل چکی ہے۔ جہاں تک ان کی شخصی خوبیوں کا تعلق ہے تو بلاشبہ وہ ایک کرشماتی شخصیت کے مالک ہیں۔ آج کے دور میں جتنی محنت اور لگن سے انہوں نے اپنا نیٹ ورک بنایا ہے۔ یہ عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔ بلکہ میں یہاں تک کہوں گا کہ ایک عام آدمی اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ میری ان سے شناسائی

ایک جید عالم اور عظیم مفکر کے طور پر تھی مگر اب اس کے ساتھ ساتھ میں ان کی سیاسی بصیرت کا بھی قائل ہو چکا ہوں اور میں ہمیشہ ان سے احترام اور محبت کا تعلق رکھتا ہوں۔

5۔ اہل صحافت کی رائے۔ انقلاب مارچ اور دھرنے کے تناظر میں

i۔ طاہرالقادری میڈیا میں چھائے ہوئے ہیں۔ تنویر قیصر شاہد۔ روزنامہ ایکسپریس

سینکڑوں چھوٹی بڑی کتابوں کے مصنف، سیرت نگار اور یورپ و شمالی امریکہ اور ساری دنیا میں دہشت گردی اور خونخوار دہشت گردوں کے خلاف پہلی بار باقاعدہ فتویٰ مرتب اور پیش کرنے والے ڈاکٹر محمد طاہرالقادری پاکستان بھر کے میڈیا پر آج کل چھائے ہوئے ہیں۔ کوئی ایسا نمایاں نجی ٹی وی نہیں ہے جس نے ان کا انٹرویو نشر نہ کیا ہو۔ ان کے مصاحبوں کے مندرجات سے اتفاق یا عدم اتفاق کرنا سننے والوں کا بنیادی حق ہے لیکن اتنا ضرور ثابت ہو گیا ہے کہ ڈاکٹر طاہرالقادری کی شخصیت اور ان کے افکار کو نظر انداز کرنا اور ان سے اغماض برتنا ہمارا میڈیا افورڈ نہیں کر سکتا۔ ان کا کہا اور لکھا گیا کتاب ہے۔ ان کے دلائل کا جواب کوئی بھی مخالف دے نہیں پا رہا ہے۔ البتہ وہ ان کو مشتعل اور بے توقیر کرنے کی ناکام کوشش ضرور کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر طاہرالقادری نے دین کی خدمت میں لاریب بے مثل کام کیا ہے۔ اب ڈاکٹر طاہرالقادری دلیل و برہان کی طاقت سے عوام کو زبان دینے کے لئے نکلے تو سٹیٹس کو کی حامی قوتیں چاروں اطراف سے ان پر حملہ آور ہونے لگی ہیں۔ لٹھ بازوں کا گروہ ان کی راہ میں رکاوٹ بننے کے لئے باہر نکل آیا ہے۔ مستقبل کے احوال تو صرف خدا کی بابرکت ذات ہی بہتر جانتی ہے لیکن اتنا ضرور نظر آ رہا ہے کہ ڈاکٹر طاہرالقادری کا قافلہ اب رکنے اور تھمنے والا نہیں ہے۔

ii۔ طاہرالقادری کا دھرنا پاکستان کا منفرد اور طاقتور احتجاج تھا۔ تنویر قیصر شاہد۔ روزنامہ ایکسپریس

تقریباً پانچ ہفتوں سے ڈاکٹر طاہرالقادری اپنے چودہ مقتول ساتھیوں کے لئے انصاف کے حصول میں حکمرانوں کے سامنے ڈٹے ہوئے ہیں۔ ساڑھے چھ عشروں پر محیط پاکستان کی تاریخ کا یہ سب سے منفرد اور طاقتور احتجاج ہے۔ اس نے اہل زر اور اہل اقتدار کے قلعے میں دراڑیں ڈال دی ہیں۔ دونوں قائدین کے دھرنوں سے قبل اس قلعے کو ناقابل تسخیر اور ناقابل شکست کہا جاتا تھا مگر کپتان، ڈاکٹر قادری اور ان کے پیروکاروں نے کمٹمنٹ، جگرداری اور عزم کا ایسا متحدہ اور مستحکم مظاہرہ کیا ہے کہ قلعہ ہی اپنی بنیادوں تک لرز گیا ہے۔ اس پر ڈاکٹر طاہرالقادری اور ان کے پیروکار پوری قوم کی شاباشی کے مستحق ہیں۔ ڈاکٹر طاہرالقادری کی انقلابی تحریک نے پاکستانی سیاست اور سماج پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ ان کی کوششوں، اعلانات اور خطابات نے ثابت کیا

ہے کہ ان کی جماعت، پاکستان عوامی تحریک، صحیح معنوں میں عوام کی نمائندہ جماعت ہے انہوں نے آئین کی پہلی شق سے لے کر چالیسویں شق تک سب عوام کو یاد کرادی ہیں۔

طاہرالقادری کے ہاتھ اتنے ہی صاف ہیں جتنے اوروں کے غلیظ ہیں۔ حسن نثار۔ روزنامہ جنگ

ابھی کل تک طاہرالقادری اور منہاج القرآن، سب کچھ یہیں تھا لیکن ''بدنیتی'' کو نہ ''ٹیکس'' یاد آیا نہ وہ مبینہ منی لانڈرنگ جس کی تلاش میں حکومتی گھوڑے دوڑائے گئے اور غیر ملکی حکومتوں نے انہیں بتایا کہ طاہرالقادری کے ہاتھ اتنے ہی صاف ہیں جتنے اوروں کے غلیظ ہیں۔ کمال ہے کہ جب تک ان کی دم پر پاؤں نہ آیا انہیں کسی ٹیکس اور منی لانڈرنگ کا خیال تک نہ آیا کہ پاکستان کے ساتھ جو مرضی ہوتا رہے، چند خاندان ہر قیمت پر محفوظ رہیں لیکن انسانی تاریخ میں ایسا ہوا ہے اور نہ ہوگا۔

طاہرالقادری پر مقدموں کی یلغار ہے ٹیکس چوری سے غداری تک کے الزام اس بات کا اہتمام ہیں کہ عوام اس درویش کی طرف مزید متوجہ نہ ہوں جو سر دھڑ کی بازی لگا چکا ہے۔

i۔ پاکستان کی بقاء، طاہرالقادری کے لبرل اسلام میں ہے۔ ایاز امیر روزنامہ جنگ

دہشت گرد صرف ایک فوجی طاقت ہی نہیں بلکہ ایک نظریئے کا بھی نام ہے۔ ان کے خلاف فوج اپنی توپوں اور بندوقوں سے کارروائی کرسکتی ہے مگر اس کے ساتھ ان کے نظریئے کو بھی مٹانے کی ضرورت ہے۔ اگر عسکری ادارے اس بات کو سمجھ لیں تو یقین کرلیں کہ پاکستان کو عراق یا شام بننے سے روکنے کا واحد طریقہ فوجی طاقت اور وہ لبرل اسلام ہے جس کا پرچار ڈاکٹر طاہرالقادری کرتے ہیں۔ ڈاکٹر طاہرالقادری کے ہوتے ہوئے پاکستان کی سرزمین سے کوئی تکفیری فتنہ سر اٹھا ہی نہیں سکتا۔ ان کی کاوشوں کے بعد ہمارے ہاں چھ دہائیوں کے بعد تبدیلی و انقلاب کی لہر چل پڑی ہے۔

ii۔ عوامی تحریک کی خواتین کارکن بے مثال ہیں۔ ایاز امیر روزنامہ جنگ

جب پاکستان عوامی تحریک کے پنڈال پر نظر پڑتی ہے تو ان میں زیادہ تر لڑکیوں کے سر پر دوپٹہ ہے اور کچھ نے نقاب بھی پہنا ہوا ہے ان کی آنکھوں سے ہویدا عزم کی چمک دیکھنے کے لئے بہت بڑا دیدہ ور ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ صرف سیاسی تعصب کی عینک اتارنا ہوگی۔ پاکستان کی کوئی سیاسی طاقت، کوئی تنظیم، کوئی جماعت عوامی تحریک کی ان خواتین کارکنوں کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتی، میں یہ بات اس لئے کہہ رہا ہوں کہ میں نے بذات خود انہیں قریب سے دیکھا ہے کہ جب وہ مصطفوی انقلاب کے لئے مکہ بلند کرکے نعرے لگاتی ہیں ان کے

ہمالیہ جیسے عزم کے سامنے کنٹینر خس و خاشاک کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر زندگی کا احساس ہوتا ہے۔۔۔ ’’ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی‘‘۔ یقیناً پاکستان کے سامنے ایک مستقبل ہے اور ہم ایک زندہ قوم ہیں۔

iii۔ طاہرالقادری کی آمد کا سن کر حکومت لرز اٹھی۔ ایاز میر روزنامہ جنگ

ڈاکٹر طاہرالقادری نے پاکستان میں اپنی آمد کا اعلان کیا تو حکومت بوکھلا گئی۔ ذرا تصور کریں دنیا کی ساتویں ایٹمی طاقت ایک شخص کی آمد کے اعلان سے لرز اٹھی۔ اس وقت پنجاب کے حکمرانوں نے فیصلہ کیا کہ ڈاکٹر طاہرالقادری کو سبق سکھانے کا وقت آ گیا ہے لیکن سبق کی تکلیف دہ ڈھول چھٹی تو ماڈل ٹاؤن سانحہ اپنی تمام تر ہولنا کی کے ساتھ حکمرانوں کے گلے کا پھندا بن چکا تھا۔ طاہرالقادری کے پیروکاروں نے استقامت اور نظم و ضبط کی مثال قائم کی ہے دھوپ اور بارش میں بھی وہ ثابت قدمی کے ساتھ اپنی جگہ پر موجود رہے ہیں۔

iv۔ طاہرالقادری آئین کا پاسباں ہے۔ ایاز میر روزنامہ جنگ

طاہرالقادری کوئی فاشسٹ، انارکسٹ یا نظام کو ختم کرنے والی، کوئی تباہ کن قوت نہیں بلکہ وہ آئین اور قانون کو سمجھنے اور اس کی پاسداری کرنے والے رہنما ہیں۔ وہ صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ عوام کی اکثریت کو سماجی انصاف اور زندگی گزارنے کے بہتر مواقع فراہم کئے بغیر جمہوریت صرف کاغذی کارروائی ہے کیونکہ یہ عوام کی بجائے صرف مراعت یافتہ طبقے کے مفادات کا ہی تحفظ کرتی ہے۔ طاہرالقادری کا تصور سیاست اسلامی فلاحی ریاست کے قریب تر ہے۔ اور اس کا اظہار اقبال کے ان اشعار کے ذریعے کرتے ہیں۔

اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو

کاخ امراء کے در و دیوار ہلا دو

v۔ طاہرالقادری اولعزم لیڈر ہیں۔ ایاز میر روزنامہ جنگ

سیاست میں گفتار کے غازی طبقے جو خود کو سیاست میں اتھارٹی سمجھتے ہیں ان کے لئے طاہرالقادری کو برداشت کرنا بہت مشکل سہی لیکن حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر طاہرالقادری اس وقت ملک بھر میں پھیلے ہوئے سامعین و ناظرین کو سیاسی اقدار کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اگرچہ وہ ایک فطرتی مقرر ہیں اور سامعین کو گھنٹوں تک سحر زدہ کر سکتے ہیں لیکن اپنے روزانہ کے ٹی وی خطاب کے لئے تیار ہو کر آتے ہیں۔ ان کے پاس ضروری نوٹس اور حوالہ جات موجود ہوتے ہیں۔ شروع میں بہت سے سیاسی مبصرین ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے لیکن طاہرالقادری بہت اولوالعزم نکلے اور انکے پیروکار ان سے بھی بڑھ کر بے خوف دکھائی دیئے جو پنجاب پولیس کا بے جگری سے سامنا کرتے ہوئے اب تک ایک تاریخ رقم کر چکے ہیں۔ (جاری ہے)

ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے تفسیری تفردات و امتیازات

قسط نمبر 17

علامہ محمد حسین آزاد۔ ایم فل علوم اسلامیہ منہاج یونیورسٹی

منہاج یونیورسٹی کالج آف شریعہ سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تفسیری خدمات کے حوالے سے پہلا ایم فل کرنے کا اعزاز جامعہ کے ابتدائی فاضلین میں سے علامہ محمد حسین آزاد نے حاصل کیا ہے جو جامعۃ الازہر سے ''الدورۃ التدریبیہ'' میں بھی سند یافتہ ہیں اور مرکزی ناظم رابطہ علماء و مشائخ کے علاوہ مجلّہ دختران اسلام کے مینجنگ ایڈیٹر ہیں جن کا مقالہ قارئین کے استفادہ کے لئے بالاقساط شائع کیا جارہا ہے۔

۵۔ ضالاً کو مفعول مقدم ماننے سے نہ معنی میں خرابی لازم آتی ہے اور نہ ہی ترکیب آیت میں، تو پھر اس پر واویلا کیوں؟ ہاں اگر تقدیم مفعول میں یہاں کوئی مانع ہے تو اس کی نشاندہی کرنا غامدی صاحب کی ذمہ داری تھی لیکن شاید ان کی نظر میں وہ موانع ہی نہ ہوں۔ بس اتنا ہی اسباق النحو کی صورت میں پڑھ لیا ہو اور اسی پر شور مچانے کو کافی سمجھا ہو کہ مفعول ہمیشہ فعل کے بعد ہی آتا ہے۔ حالانکہ سورۃ فاتحہ پڑھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْن o (الفاتحہ،۱:۴) دونوں جگہ اياك مفعول مقدم ہے اور ایک اہم فائدہ کے پیش نظر اسے مقدم کیا گیا ہے۔

علماء نحاۃ نے یہ تصریح کی ہے کہ فاعل پر مقدم نہیں کیا جا سکتا مگر مفعول کو عامل (فعل) پر مقدم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں بعض صورتوں میں تقدیم واجب اور بعض میں ممنوع ہے اور ان دونوں کے علاوہ تقدیم و تاخیر دونوں جائز ہیں۔

بقيت مسئلة الترتيب بينهما و بين عاملهما و ملخص القول فيها: ان الفاعل لا يجوز تقديمه على عامله وان المفعول به يجب تقديمه على عامله فى صور و يمتنع فى اخرىٰ و يجوز فى غيرهما. (عباس حسن، الاستاذ السابق بكلية دارالعلوم جامعۃ الازہر، النحو الوافی، القاهرہ، مصر، دارالمعارف، ج ۲ ص ۸۷)

''باقی رہ گئی بات فاعل، مفعول اور ان دونوں کے عامل کے درمیان ترتیب کی تو اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فاعل کی تقدیم اس کے عامل پر جائز نہیں۔ ہاں مفعول بہ کی تقدیم ہوسکتی ہے۔ بعض صورتوں میں یہ تقدیم واجب ہوتی ہے اور بعض میں ممنوع ہے اور ان کے علاوہ بقیہ صورتوں میں تقدیم و تاخیر دونوں جائز ہیں۔''

تقدیم وتاخیر کے تقاضے بیان کرنے کے بعد انہوں نے لکھا ہے:

و فی غیر مواضع التقدیم الواجب و التاخیر الواجب (عباس حسن،الاستاذ السابق بکلیة دار العلوم جامعة الازھر،النحو الوافی،القاھرہ، مصر،دار المعارف، ج ۲ ،ص۹۰)

''تقدیم واجب اورتاخیر واجب کی مذکورہ صورتوں کے علاوہ دیگر مقامات پر دونوں صورتیں جائز ہوتی ہیں (یعنی مفعول کو عامل پر مقدم کرنا یا موخر کرنا دونوں جائز ہیں)''۔

اس تفسیر کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ اس ترجمہ وتفسیر کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ آیت مذکورہ میں ضلالت کی ظاہری نسبت حضور نبی کریم ﷺ کی طرف ہے جبکہ قرآن مجید نے دوسرے مقام پر حضور علیہ السلام کے بارے میں خود فرمایا:

وَمَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰیO (النجم،۵۳:۲) ''تمہارا رہبر نہ گمراہ ہوا اور نہ بھٹکا''

اگر یہاں بھی وہی معروف معنی لیا جائے تو آیات قرآنی میں تضاد لازم آتا ہے اور حضور علیہ السلام کے مقام و منصب کی تنقیص بھی جو قرآن کا منشاء نہیں ہوسکتا۔ اسے غامدی صاحب نے خود بھی تسلیم کیا ہے۔اس لئے امام شہاب الدین خفاجیؒ نے مذکورہ معنی پر یہ نوٹ لکھا ہے:

والحامل علیه ان وصف النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بالضلال بحسب معناہ المشھور غیر ظاھر فلذا صرفه عن ظاھرہ.(خفاجی،ابو عباس احمد بن محمد بن عمر ،نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ، بیروت ، لبنان ، دار الکتب العلمیة، ج ۱ ،ص ۲۱۱)

''اس معنی کے بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ضلالت کے مشہور معنی کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف درست ہی نہیں اسی لئے معنیٰ ظاہر سے اعراض کیا گیا ہے۔''

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایمان ادب وتعظیم نبوت کا نام ہے، محض قواعد نحو کا نہیں، وہ تو یقیناً اس فکر میں ہوں گے کہ اس کا کوئی ایسا معنی تلاش کیا جائے جو اوّلاً آپ ﷺ کے مقام و منصب اور عظمت کے لائق ہو۔ ثانیاً نحو و ادب کے قواعد اس کی تائید کریں ورنہ قران ان قواعد کا تابع نہیں ، خود قواعد قرآن اس کے منشاء کے تابع

ہیں۔اور جن کے ذہن تعظیم و احترامِ نبوت ﷺ سے خالی ہیں ان کو محض قواعد و اصول ہی کی فکر رہتی ہے۔قواعد سلامت رہیں منشائے قرآن اور ایمان ہاتھ سے جاتا ہے تو جاتا رہے۔

۳۔ غامدی صاحب کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ (معاذاللہ) حضور علیہ السلام کو ''اے محبوب'' کہہ کر مخاطب کرنا فردتر، غیر ثقہ اور ناموزوں ہے۔ غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حضور علیہ السلام کو جہاں بھی مخاطب کیا ہے آپ کے منصبِ نبوت و رسالت کے حوالے سے مخاطب کیا ہے جیسے یاایھاالنبی اور یاایھاالرسول ۔ ہر صاحبِ ذوق اندازہ کر سکتا ہے کہ قرآن مجید کے اندر اسالیب تخاطب کے مقابلے میں ''اے محبوب'' کا یہ اسلوب کس قدر فروتر اور غیر ثقہ ہے اسے ناموزوں قرار دینے کے لیے تنہا یہی کافی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے لیے التفات کے مواقع پر بھی اپنی کتاب میں یہ اسلوب اختیار نہیں کیا۔''

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسلوبِ تخاطب اور دوسرے کا تخاطب یہ ہرگز برابر نہیں ہوسکتے اور نہ ہی یہ کسی کا دعویٰ ہے لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ کیا آپ ﷺ کو ''اے محبوب'' کہہ کر مخاطب کیا جاسکتا ہے یا نہیں اور کیا یہ طریقہ فروتر اور ناموزوں ہے؟

ا۔ یہ بات مسلّمہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ دیگر انبیاء علیھم السلام کے لحاظ سے جو امتیازی اوصاف آپ ﷺ کو حاصل ہیں ان میں سے نمایاں وصف خود حضور علیہ السلام نے اسی درجۂ محبوبیت کو قرار دیا ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ کچھ صحابہؓ بیٹھے ہوئے سابقہ انبیاء کے درجات کے بارے میں یہ گفتگو کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ''کلیم'' کا درجہ عطا فرمایا ۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ قرار پائے۔ سیدنا آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے صفی ہیں اتنے میں حضور ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"قدسمعت کلامکم وعجبکم ان ابراھیم خلیل اللّٰہ و ھو کذلك و موسیٰ نجی اللّٰہ و ھو کذلك عیسٰی روح اللہ و کلمتہ وھوکذٰلك وادم اصطفاہُ اللّٰہ وھوکذلك الاوانا حبیب اللّٰہ ولا فخر.

(ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، السنن الترمذی، بیروت، لبنان، داراحیاء التراث العربی، ج ۵، ص ۵۸۷)

''میں نے تمہارے کلام اور تعجب کو سنا ہے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل تھے وہ واقعۃً ایسے ہی تھے۔ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نجی تھے، واقعۃً ایسے ہی تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی روح اور اس کے کلمہ تھے۔ واقعۃً ایسے ہی تھے ۔ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا صفی بنایا۔ وہ ایسے ہی تھے لیکن سن لو، مَیں اللہ کا

محبوب ہوں اور اس پر فخر نہیں۔''

اہل محبت جب بھی سرکار دو عالم ﷺ کی بات کرنے لگتے ہیں تو ان کے کانوں میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد الا وانا حبیب اللّٰہ کے الفاظ ہی گونجتے ہیں لہٰذا آپ ﷺ کو اس نمایاں وصف کے ساتھ مخاطب کرتے ہیں۔

حضرت ملا علی قاریؒ (م۱۰۱۴ھ/۱۶۰۶ء) اس فرمان نبوت کے تحت لکھتے ہیں:

وانا حبیب اللّٰہ ای محبہ و محبوبہ۔ (القاری، ملا علی نورالدین بن سلطان محمد، المرقاۃ المفاتیح شرح المشکاۃ المصابیح، ملتان، پاکستان، مکتبہ امدادیہ، ج ۱۱، ص ۶۱)

''میں اللہ کا حبیب ہوں یعنی میں اس کا محبّ بھی ہوں اور محبوب بھی''

لیکن جن کے کانوں پر بغض اور تعصب کی وجہ سے **وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا. (الاعراف، ۱۷۹:۷)**

''ان کے کان ہوتے ہیں مگر سنتے نہیں'' کے مصداق پردے پڑ چکے ہوں وہ اس آواز کو کیسے سن سکتے ہیں؟ افسوس ایسے نام نہاد امتی جو اپنے آقا کے بارے میں اے محبوب خدا کے الفاظ کو فروتر اور نا مناسب تصور کرتے ہیں۔ خدا جانے ان کا اپنا ٹھکانہ اللہ تعالیٰ کے حضور کیا ہوگا؟

۲۔ اللہ رب العزت کے اپنے پیارے محبوب پر اتنا خصوصی کرم ہے کہ آپ ﷺ کے حلقہ غلامی میں آ جانے والے ہر فرد کو اپنا محبوب بنا لینے کا مژدہ سناتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ. (آل عمران، ۳۱:۳)

''اے محبوب: فرما دو اے لوگو! اگر تم کو اللہ تعالیٰ سے واقعتہً محبت ہے تو میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا''

ملا علی قاریؒ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ظھر فی الاستدلال علی ان مرتبۃ محبوبیتہ فی درجۃ الکمال قول ذی الجلال والجمال قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ. (القاری، ملا علی نورالدین بن سلطان محمد، المرقاۃ المفاتیح شرح المشکاۃ المصابیح، ملتان، پاکستان، مکتبہ امدادیہ، ج ۱۱، ص ۶۲)

''آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں جو کمال درجہ کا مقام محبوبیت حاصل ہے اس پر صاحب جلال و جمال باری تعالیٰ کا یہ ارشاد شاہد ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ''

ڈاکٹر طاہر القادری اور عوامی انقلاب

آسیہ سیف قادری

انقلاب کا خواب آنکھوں میں سجائے وابستگان تحریک منہاج القرآن اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں سفر انقلاب مرحلہ تحریک میں داخل ہو چکا ہے اور اب پیغام انقلاب گھر گھر پہنچ چکا ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر واقعتاً قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اسلامی انقلاب لانے کے لئے مخلص ہیں اور مطلوبہ صلاحیتوں سے بھی لیس ہیں تو پھر ساری قوم ان کی پکار پر لبیک کیوں نہیں کہتی۔ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ انتہاء پسندی انسانی فطرت کا خاصہ ہے اور مسلمان آئیڈیل پسند واقع ہوئے ہیں ان کے پرکھنے کا معیار اتنا کڑا ہے کہ کوئی شخصیت بمشکل ہی اس پر پورا اتر سکتی ہے۔ کسی نہ کسی کمزور پہلو کو بنیاد بنا کر بات کا بتنگڑ بنا دیا جاتا ہے شکوک و شبہات کی اڑائی ہوئی گرد میں حقیقت کا چہرہ دکھائی ہی نہیں دیتا ویسے بھی دیکھا جائے تو انسان تو اپنے خالق و مالک کو بھی نہیں مانتے کسی اور کو کیا تسلیم کریں گے بلکہ امت مسلمہ نے معاذاللہ نبیؐ کی ذات کو متنازع بنا دیا ہے۔ جہاں تک کمزوریوں اور خامیوں کا تعلق ہے کوئی انسان اس سے مبرا نہیں ہوتا تاہم کسی شخصیت کے بارے میں دیکھنے اور سوچنے کے انداز سے بھی بڑا فرق پڑتا ہے بظاہر بعض کمزوریاں حقیقی کمزوریاں نہیں ہوتیں بلکہ جب ایک شخصیت کو دنیا کے مختلف طبقات سے واسطہ رکھنا ہوتا ہے تو ان کی خاطر مصلحتاً کچھ جائز رفعتوں کو اختیار کرنا پڑتا ہے لیکن سطح بین لوگ بدگمانیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کوئی فرشتہ ہیں جن سے غلطی کا صدور ممکن نہیں ان کا کمال ہی ہے کہ تمام تر بشری کمزوریوں کے باوجود انہوں نے قلیل ترین عرصے میں حیرت انگیز ریکارڈ قائم کئے ہیں جس کی نظیر ہماری قریب ترین تاریخ میں نہیں ملتی وہ بندہ جس نے جھنگ کے گلی کوچوں سے ایک سائیکل سے سفر شروع کیا آج جس کی تحریک کا نیٹ ورک ستر ممالک تک پھیل چکا ہے جس نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور شبانہ روز محنت کے بل بوتے پر بڑے بڑے میدان سر کئے ہیں جہاں بڑے بڑوں کے قدم ڈگمگا گئے وہاں طاہرالقادری ڈٹے رہے جمے رہے۔

ہوا بھی کم نہ تھی کچھ تیز لیکن　　　ہوا سے بہتر نکلی لو دیئے کی

چونکہ ساری تگ و دو اور بھاگ دوڑ انسانی کاوش ہے اس میں انفرادی اور اجتماعی کمزوریوں کا راہ پا جانا ایک فطری امر ہے اونچ نیچ انسانی زندگی کا حصہ ہیں انسان میدان کارزار میں اترتا ہے تو اونچی پرواز کے لئے آزمائشوں اور مشکلات سے گزارا جاتا ہے۔ عارضی ناکامیاں اس کے صبر و ثبات کا امتحان ہوتی ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہوکر توکل اور استقامت کا دامن چھوڑ کر کام ہی چھوڑ دیا جائے۔ اس وقت ساحل پر بیٹھ کر تماشا دیکھنے کی بجائے دریا میں چھلانگ لگانے کی ضرورت ہے۔ امت مسلمہ انتہائی نازک دور سے گزرتے ہوئے اپنی بقا کی جنگ لڑ رہی ہے پاکستان تباہی کے دھانے پر کھڑا ہے اور جو لوگ اس پرفتن دور میں احیائے اسلام کا کام کررہے ہیں پاکستان کی بقا اور استحکام کی خاطر قربانیاں دے رہے ہیں وہ سر آنکھوں پر بٹھائے جانے کے لائق ہیں۔

یہ حقیقت ہے جو لوگ اس عظیم مشن کے حصول کے لئے سفر انقلاب اختیار کرتے ہیں انہیں چاہنے والے بھی بے شمار ہوتے ہیں تو ناقدین و حاسدین بھی بے حساب۔ وہ صاحب عقل ہوتا ہے اس لئے حسد کیا جاتا ہے اس کے ہمعصر تو بہت ہوتے ہیں لیکن کوئی ہم سفر نہیں ہوتا۔

وہی ہے تیرے زمانے کا امام برحق　　　جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

فقر کی سان چڑھا کر جینا اور بھی　　　تیرے لئے دشوار کرے

نادر روزگار ہستیاں متنازعہ بھی ہوتی ہیں۔ جہاں ان کو کثرت کے ساتھ چاہنے والے ملتے ہیں ان سے نفرت کرنے والوں کی کمی بھی نہیں ہوتی۔ اپنی تاریخ پر نظر ڈالیں تو کوئی عظیم ہستی نہیں ملتی جس کی مخالفت نہ کی گئی ہو البتہ بعد میں آنے والے ادوار میں ان کی عظمت کے ترانے بجائے گئے۔

عمر بھر سنگ زنی کرتے رہے اہل وطن　　　یہ الگ بات ہے دفنائیں گے اعزاز کے ساتھ

جب کوئی شخصیت غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک ہو اور پذیرائی بھی حد سے زیادہ ملے تو ناقدین و حاسدین کا کام بھی تیز ہوجاتا ہے مخالفین چونکہ صرف کیچڑ اچھالتے ہیں اس لئے ان کے اعتراضات بلکہ الزامات پر کان دھرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ شیخ سعدیؒ کے بقول موتی ہمیشہ موتی ہی رہتا ہے خواہ کیچڑ میں بھی کیوں نہ گر جائے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہرالقادری کی شخصیت بلاشبہ ایسا ہی انمول موتی ہے جو پاکستان کی مروجہ گندی سیاست کو پاک کرنے کے لئے اس آلودہ کرپٹ نظام کو بدلنے کے لئے کارزار سیاست میں اترے ہیں اگرچہ گندگی اور آلودگی کو دور کرنے کے لئے انسان کو خود بھی کیچڑ لگ سکتا ہے مگر پاکیزگی اور Purification کا عمل

اس کے بغیر ممکن نہیں۔

ڈاکٹر طاہرالقادری کی شخصیت پر اعتراضات کرنے والے افراد کئی قسم کے ہیں جن کو میں نے اپنی ناقص عقل اور کم علمی کے ساتھ پرکھا ہے وہ تین قسم کے ہیں۔

پہلی قسم

۱۔ مذہبی یا مسلکی بنیادوں پر مخالفت کرنے والے

دوسری قسم

۲۔ مفاد پرست اور یزیدیت پرست سیاست کے علمبردار

تیسری قسم

۳۔ جہالت یا کم علمی کی بنا پر مخالف کرنے والے

پہلی قسم کے لوگ انتہائی کٹر مذہبی الذہن ہوتے ہیں اس میں بالخصوص ایسے مسلک کے لوگ سرفہرست ہیں جو اہل سنت کے برعکس دعوت عشق مصطفیؐ اور ذکر مصطفیؐ کے فروغ سے بھی معاذ اللہ چڑتے ہیں اور جن کی ساری دعوت نام نہاد توحید پر مبنی ہوتی ہے اور من گھڑت شرک اور بدعت کے نام پر حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات سے امت کو برگشتہ کرنے کی دعوت میں سرگرم رہتے ہیں یہ وہ فتنہ پرور اور منافق لوگ ہیں جو اپنے نبی کو بھی مان کر نہیں مانتے اور اپنی انتہا پسندی اور فرقہ واریت سے امت مسلمہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہے ایسے عقیدہ رکھنے والے افراد کے منہ سے آپ کو کبھی بھی ڈاکٹر طاہرالقادری کے بارے میں اچھی رائے سننے کو نہیں ملے گی بلکہ جب بھی انہیں موقع ملتا ہے وہ اپنا بغض و کینہ نکالنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے ان لوگوں نے تو پہلے خوابوں اور بشارتوں پر اعتراضات اٹھائے پھر سیاست میں کیوں آئے؟ پھر یہ کہ بیرون ملک جانے پر سوال؟ دھرنا شروع کرنے پر اعتراض؟ دھرنا اٹھانے پر اعتراض؟ الغرض جتنے منہ اتنی باتیں۔

پہلی دو قسم سے تعلق رکھنے والے افراد کو تو آپ کسی صورت مطمئن نہیں کر سکتے کیونکہ ان کی مخالفت کی وجہ حسد اور مفاد ہے انہوں نے تو مخالفت برائے مخالفت بھی کرنا ہے کجا کہ جب وقتی طور پر میدان خالی دیکھ کر تو گیدڑ بھی شیر بن جاتے ہیں اور ستر دن کے طویل ترین اور صبر آزما دھرنے کے دوران ڈاکٹر طاہرالقادری نے جس طرح پوری قوم کو جگایا اور انہیں پاکستان کا آئین سکھایا اور نااہل کرپٹ حکمرانوں کے کارناموں سے قوم کو آگاہ کیا۔ یہ ایک بہت بڑی کامیابی تھی یہ دھرنا بانگ درا تھا اذان انقلاب تھی نوید انقلاب تھا۔ ''بقول قائد محترم جو لوگ آج تنقید کر رہے ہیں یہ لوگ دھرنا شروع کرتے وقت بھی متفق نہ تھے اور اب جب کہ ہم نے اسے ملک

گیر دھرنوں اور ملک گیر انقلاب کی تحریک میں بدلا ہے تو آج بھی متفق نہیں وہ اس وقت بھی کہتے تھے کہ ہمیں قادری صاحب کے ایجنڈے اور ان کے منشور سے اتفاق ہے مگر ان کے طریقہ کار سے اختلاف ہے اور یہ اعتراض کل بھی تھا اور آج انتخابات میں حصہ لینے کا جو فیصلہ کیا ہے تو اس سے بھی ختلاف ہے نہ وہ بدلے ہیں نہ ہم بدلے ہیں دونوں اپنی اپنی سمت کو چلے جا رہے ہیں۔ یہ اختلاف نئی چیز نہیں پہلے کہتے تھے یہ دھرنا اسٹیبلشمنٹ کے کہنے پر ہوا جب یہ ثابت نہ کرسکے پھر لندن پلان گھڑ لیا، جب لندن پلان میں سے کچھ نہ نکلا تو اب کہنے لگے کہ دھرنا ناکام ہوگیا وہاں سے اٹھ گئے کوئی ڈیل ہوگئی۔ یہ دوسرا پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے''۔ اس پر بھی قائد تحریک نے واضح طور پر ایبٹ آباد کے جلسہ میں اعلانیہ فرمایا کہ

''ڈیل کرنے والا جو پیسے لے اس سے بڑا جہنمی کوئی نہیں ہے۔ اس سے بڑا شیطان ہی کوئی نہیں ہم ایسے عمل پر لعنت بھیجتے ہیں اور تم تو کہتے ہو کہ اربوں روپوں کی ڈیل ہوگئی اور ماڈل ٹاؤن کا خون معاذ اللہ بیچا گیا ساری دنیا کی حکومتوں اور سلطنتوں کا سرمایہ جمع کرلیں اللہ کے فضل سے میں تاجدار کائنات ﷺ کا غلام ہوں وہ میرے جوتے کا سودا بھی نہیں کرسکتے۔ ہم ڈیل کو مسترد کرتے ہیں کروڑ بار لعنت بھیجتے ہیں''۔

لہذا ایسا سوچنا بھی نہایت عجیب اور مضحکہ خیز بات ہے۔ ایسی سوچ صرف ان لوگوں کی ہوسکتی ہے جن کے نزدیک دولت اور پیسہ ہی سب کچھ ہوتا ہے۔ جن کا ایمان کمزور ہے اور دنیا کی دولت ہی ان کی زندگیوں کا مرکز ومحور ہوتی ہے مگر جو لوگ ایمان کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں اور عشق مصطفیٰ ﷺ جن کی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہوتا ہے انہیں نہ دنیا کی کوئی طاقت خرید سکتی ہے اور نہ دنیا کی جاہ ومنصب آرائشیں ان کی آنکھوں کو خیرہ کرسکتے ہیں۔

بستر لگا ہو جن کا آقاؐ کی گلی میں ؎ تخت سکندری پر وہ تھوکتے نہیں

لہذا اس جھوٹے پروپیگنڈے کو کارکنان تحریک منہاج القرآن سختی سے رد کردیں۔ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری جس لیڈر کا نام ہے وہ فقط ایک سیاستدان ہی نہیں ہیں وہ ایک ایسی نابغہ روزگار عظیم اسلامی سکالر ہیں جنہوں نے اپنے علم و کردار کے ساتھ اسلام کی دعوت حق کو بیک وقت مشرق ومغرب میں سربلند کیا۔ پاکستان ہو یا ہندوستان عالم مشرق ہو یا عالم مغرب، عرب ہو یا عجم ہر جگہ، ہر سو اعلائے کلمۃ اللہ اور عشق مصطفیٰ ﷺ کی دعوت کو فروغ دیا بلاشبہ آپ ہی علامہ محمد اقبال کے وہ مرد مومن قلندر ہیں جن کے لئے آپ نے فرمایا:

مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے ؎ اٹھ کے اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے

آپ ہی وہ سچے عاشق ساقی کوثر ہیں کہ جنہوں نے ذات مصطفیٰ ﷺ سے جام عشق و معرفت نوش فرما

رکھا ہے اور اسی گنبد خضریٰ کے فیضان کو تمام امت مسلمہ تک پہنچایا ہے۔ محمد عربی ﷺ کے اس سچے عاشق کی پہچان جن کو نصیب ہوچکی ہے اور جو مقامِ غلام مصطفیٰ ﷺ سے آگاہ ہوتے ہیں وہی جانتے ہیں۔ ڈاکٹر طاہرالقادری کیا ہیں؟ مجھے انتہائی دکھ اور افسوس کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ آج کے مادیت پرستی کے دور میں روحانی نسبتوں کا احیا اور اسلامی اقدار کا بھرم رکھنا لوگ فراموش کر چکے ہیں۔ سب جانتے ہیں ڈاکٹر طاہرالقادری علم کا سمندر ہیں۔ سب مانتے ہیں آپ کے پائے کا کوئی عالم دین اس وقت پوری دنیا میں نہیں ہے اور سب کو معلوم ہے یہ کس در کا غلام ہے؟ یہ کس کا عاشق ہے؟ ان کی زندگی کا ورق ورق کھلی کتاب کی مانند ہے اور غالباً اتنی خبر بھی ہے کہ سچے کون ہیں جھوٹے کون ہیں؟ حسینی کون ہیں؟ اور یزیدی کون؟ مصطفوی قیادت کون سی ہے اور دنیاوی اور فرعونی قیادت کون سی ہے؟

65 سالوں سے ملک کو لوٹ کر کھانے والے باکردار اور باصلاحیت یا 65 سالوں سے ظلم و جبریت کی چکی میں پسنے والے مظلوم عوام کو بچانے والی قیادت پاکباز و باکردار ہے۔ ایک طرف آزمودہ، تجربہ شدہ اور پرانے کھوٹے سکے ہیں تو دوسری طرف سچی سُچی ملک وملت کا درد رکھنے والی گنبد خضریٰ کے فیضان سے جھولیاں بھرنے والی غریبوں کا درد رکھنے والی قیادت مگر افسوس صد افسوس کہ

؎ وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا　　　کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

ہماری اسی حالت زار کا نقشہ علامہ اقبال نے مندرجہ بالا شعر میں کھینچا ہے کہ ایسی بے حسی طاری ہے اس پاکستانی قوم پر کہ اسے اپنی منزل کو کھودینے کا غم تو کیا اپنے زوال اور ناکامی کا دکھ بھی نہیں۔ پاکستان کے قیام کا مقصد ایسی فلاحی اسلامی ریاست کا وجود تھا جو اسلام کا مضبوط قلعہ بن جاتا جو معاشی خوشحالی اور امن و امان کا گہوارہ ہوتا مگر آج یہ تمام تر مقاصد جن کا حصول انقلاب کے بغیر ممکن نہیں اور ایک ہمہ گیر، پرامن انقلاب ہی قائداعظم کے پاکستان کی تکمیل کرسکتا ہے مگر انقلاب جس طبقے کی ضرورت ہے انہیں اس کا شعور نہیں ہر کوئی محو فردا ہے۔ مایوسی اور بے یقینی کی فضا میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں آسمان سے کوئی فرشتہ اترے گا تبدیلی یا انقلاب کے لئے مگر انہوں نے فرشتے کا بھی ساتھ نہیں دینا فقط دعاؤں اور گھر میں بیٹھ کر ٹی وی دیکھنے سے انقلاب نہیں آیا کرتے۔ انقلاب کا خواب شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے اپنا تن من دھن قربان کرنا پڑتا ہے۔ یہ کانٹوں کا راستہ ہے پھولوں کی سیج نہیں۔ تاہم تحریک منہاج القرآن کے کارکنوں نے ہر قسم کی قربانی پیش کر کے ایک ایسی عظیم مثال قائم کی ہے کہ جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی اگر قائد بے مثال ہے تو کارکنان بھی بے مثال ہیں۔ اگر کارکنوں نے اپنا تن من دھن قائد کے حکم پر قربان کر دکھایا ہے تو قائد بھی تو ستر دن اپنی 63 سالہ عمر

کے ساتھ مسلسل شعلہ بیانی کے ساتھ ان کے دل گرماتا رہا ہے اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر سر پر کفن باندھے یہ لیڈر باطل کے ایوانوں میں زلزلہ بپا کیئے ہوئے تھا۔

ان کے انقلابی خطابات نے کروڑوں لوگوں کے ذہنوں میں انقلاب بپا کردیا ہے ان کے دھرنے نے دنیا بدل دی ہے۔ پاکستان کو بدل دیا ہے۔سوئی ہوئی قوم کو جگادیا ہے، مظلوم پسی ہوئی عوام کو ظالموں کے خلاف آواز بلند کرنے کی جرأت دی ہے۔ پورے ملک کی عوام کو اپنے حقوق سے آشنا کردیا ہے، حکمت عملی تبدیل کرنے پر الزامات اور اعتراضات کرنے والوں پر وقت ثابت کرے گا کہ یہ دھرنا فاسد نظام کی ابدی موت ثابت ہوگا اگر انقلاب آیا نہیں ہے تو دور بھی نہیں ہے۔ اسلام آباد کا دھرنا انقلاب کی تحریک بن چکا ہے۔ انقلاب کا یہ پیغام پاکستان کے طول و عرض میں ہر شہر شہر، قریہ قریہ پہنچایا جائے اور انقلاب کا ایک طوفان پورے ملک میں اٹھادیا جائے اور دو ماہ کے دھرنے نے جو کروڑوں لوگوں کے ذہنوں میں انقلاب پیدا کردیا، انقلاب کی تڑپ پیدا کردی ہے سوچوں کے رخ بدل دیئے اور گونواز گو کا نعرہ گو نظام گو کی تحریک میں بدل گیا ہے۔

بقول قائد انقلاب ’’پاکستان عوامی تحریک کا انقلاب اب سورج بن چکا ہے اور سورج رکتا نہیں چلتا رہتا ہے کبھی سورج ادھر دن کرتا ہے کبھی ادھر دن کرتا ہے سورج حقیقت میں ڈوبا نہیں کرتا اور لوگ سمجھتے ہیں رات آگئی وہ سوتے ہیں تب پتہ چلتا ہے کہ پھر چڑھ جاتا ہے عوامی تحریک اور انقلاب ایک ایسا سورج ہے کبھی غروب ہوگا کبھی طلوع ہوگا، مگر یہ ڈوبے گا نہیں یہ ہر جگہ روشنی پھیلاتا رہے گا اور قریہ قریہ روشن کرتا رہے گا۔ جب کوئی سمجھے گا کہ ڈوب گیا وہ اس پر طلوع ہوجائے گا یہ جان لو میں ہار ماننے والا شخص نہیں ہوں ہمارا نصیب فتح ہی فتح ہے‘‘۔

؎ منزل عشق ملا کرتی ہے جانبازوں کو ایسے ویسے تو یونہی راہوں میں کھوجاتے ہیں

پھر کینیڈین شہرت پر بہت زیادہ تنقید کی جاتی ہے لیکن اس کے لئے بھی اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ ان کے نزدیک انہیں انقلاب سے بڑھ کر کچھ اہم نہیں لہذا جب وقت آیا یہ بھی ترک کردی جاسکتی ہے۔ میں نے آغاز مضمون میں تین قسم کے معترضین کا ذکر کیا تھا اس میں پہلے دو قسم کے افراد کو کبھی مطمئن نہیں کیا جاسکتا تاہم عوام الناس جو زیادہ علم و شعور نہیں رکھتے انہیں جب حقیقت اور اصل صورتحال سے آگاہ کیا جائے تو ان کی فکری آبیاری سے بہت حد تک تبدیلی آسکتی ہے اور مفید نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔

؎ یزیدی دور سیاست لپیٹا جائے گا صدا حسین کی گونجے گی راہبر بن کر

فکرِ طاہر، فکرِ رومی اور فکرِ اقبال کی روشنی میں

آمنہ سیف

اللہ رب العزت کی شان کریمی نے ہر دور میں بنی نوع انسان کی رشدوہدایت اوراصلاح وفلاح کے لیے ایسی عظیم المرتبت ہستیاں پیدا کیں جن کے افکار ونظریات نے نہ صرف اقوامِ عالم کومتاثر کیا بلکہ آج بھی وہ طالبانِ ہدایت کے لیے چشمہِ فیض کی حیثیت رکھتے ہیں۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ،شیخ جمال الدین افغانی ،مفتی محمد عبدہٗ ، سید قطب شہید، فارابی ،ابن سینا ،امام غزالی اس کارواں کے وہ نمایاں نام ہیں جنہوں نے اپنے افکار و اعمال سے امت کو حیاتِ جاوداں دینے کی سعی کی اورقوم میں شعوری انقلاب اور اصلاح احوال امت کو اپنی فکر کا لازمی حصہ بنایا۔ انہی روشن ستاروں میں تین ایسے روشن ستارے ہیں جو آسمانِ دنیا پر ماہتاب کی مانند ہیں اور جن کی کاوشوں کوتاریخ فراموش نہیں کرسکتی۔ عالمِ اسلام کے دانا و بینا اور ملتِ اسلامیہ کے بیدار کنندہ کی حیثیت سے مولانا جلال الدّین رومی، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال اور ڈاکٹرمحمد طاہرالقادری نے معاصر مسلم دنیا کے افکار کو غیر معمولی طور پر متاثر کیا ہے ۔مولانا رومی،علامہ اقبال اور ڈاکٹر طاہر القادری ہی وہ روشن ستارے ہیں جن کی فکرِلازوال نے ملتِ اسلامیہ پر انقلابی اثرات مرتب کیئے۔ وہ اس کلیہ سے بخوبی واقف تھے کہ جب تک کسی قوم کے شعور اورفکر میں تبدیلی پیدا نہ کی جائے اس قوم کوکسی عملی تبدیلی سے ہمکنارنہیں کیا جا سکتا۔جس بڑے کام کی پیش بینی مولانا رومی نے ساتویں صدی میں کی تھی ،عملی وفکری سطح پر اس کی تشریح و توضیح اور سمت نمائی کا اہم فریضہ بیسویں صدی میں علامہ اقبال اورڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے انجام دیا۔ انھوں نے مسلمانوں کے فکری اثاثے کو جاننے اور پرکھنے کی ضرورت پر زور دیا اور جانچ پرکھ کرعمل کو اصولی بنیادوں پر استوار کیا ۔الغرض تینوں ایک دوسرے کے علمی وفکری معاون و مددگار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تینوں کے فکری گوشے کئی پہلوں سے ایک دوسرے سے مماثل ہیں۔

وہ گہری مقصدیت جس کے بغیر فردیا معاشرہ بے روح ہو کر ساکن اور انحطاط پذیر ہو جاتے ہیں رومی،اقبال اور طاہر کی فکر کے رھینِ منت ہے۔ انھی تفکرات میں سے ایک فکر من عرف نفسه فقد عرف

ربـــہ کی مصداق ہے۔ یہ فکر ایسی معرفت عطا کرتی ہے جو خصائص رذیلہ اور سیئات سے بچا کر وہ اعلیٰ وارفع مقام عطا کرتی ہے جہاں خدا بندے سے خود پوچھے کہ تیری رضا کیا ہے؟ اور انسان کو ایک طرف خلیفۃ اللّٰہ فـی الارض اور دوسری طرف قربِ الٰہی کا مستحق ٹھہرا کر مسجود ملائک ثابت کرتی ہے۔ وہ ایسی معرفت ہے جو شرق تا غرب سلطنت و بادشاہت عطا کرتی ہے۔ یہ ایسی آتشِ رفتہ ہے جو ریگ زاروں میں شعلۂ تخلیق کی طرح بھڑکتی ہے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اُس تابانی میں بدل جاتی ہے جس نے بدوؤں کو تہذیب اور تہذیبوں کے چہرے کو آئین جہاں داری کا جمال عطا کیا۔ یہ معرفت جسمِ بے جاں میں نئی روح پھونک کر اسے اپنے تابناک اور قریب الواقع مستقبل کا یقین دلاتی ہے۔ رومی کے نزدیک "تعین ذات"، "خود شناسی" اقبال کے نزدیک "خودی" اور طاہر القادری کے نزدیک "بیداریِ شعور" اسی معرفت کے تین نام ہیں اور ایک ہی شراب کے تین جام ہیں۔ مولانا روم خودی کے شیطانی تصور کے خلاف ہیں لیکن متعدد مواقع پر معرفت نفس اور تعین ذات کی تلقین و تاکید کرتے ہیں اور خودی کے یزدانی تصور کی تائید کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

برایں پیغمبر آں راشرح ساخت　　　　کانکہ خود بشناخت یزداں راشناخت

"اس لیے پیغمبر نے اسکی شرح کی ہے کہ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا"۔

علاوہ ازیں فرماتے ہیں:

در دروں یک زرہ نور عارضی　　　　بہ بود از صد معرف، اے صفیؔ

"باطن میں معرفت کے نور کا ایک زرہ، اے برگزیدہ سو تعارف کرانے والوں سے بہتر ہے"۔

مولانا رومی محض فرد اور معاشرے کی اصلاح و ترقی کے معلم و مبلغ نہیں بلکہ انفرادی زندگی اور معاشرتی نظام سے گزر کر اِرتقائے انسانی کے شارح اور علم بردار ہیں۔ اپنی ایسی اقدار کے سبب وہ جدید و قدیم کی تفریق سے ماورا ٹھہرتے ہیں اور جدید ترین انسانی ترقیوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ یہ ہی جرأت وہ انسان میں معرفت اور خود شناسی کے ذریعے پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے افکار اس بات کی ترجمانی کرتے ہیں کہ انسان لـقـد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کے مرتبے تک فقط خود شناسی کے ذریعے پہنچ سکتا ہے۔ ان کے نزدیک زوال امت کا علاج، اصلاحِ احوالِ امت، فروغِ اسلام اور اسلامی حکومت کا قیام اسی خود شناسی میں مضمر ہے۔

اقبال کا فلسفۂ خودی جو ان کی تمام تعلیمات کی اساس ہے مـن عـرف نفسه فقد عرف ربه ہی سے عبارت ہے۔ ان کے تصورِ خودی نے فلسفیانہ اور مذہبی افکار کو نہ صرف جہت عطا کی بلکہ اس کے ساتھ آیندہ

نسلوں کو عملی اندازِ نظر سے بھی نوازا ہے۔اقبال نے خودی کے ذریعے مسلمانوں میں روبہ زوال انسانی معاشرت کو تعمیر نو اور انسان کے اخلاقی انداز نظر میں بنیادی تبدیلی پیدا کی ہے۔اقبال کے نزدیک اگر مسلمانوں میں ''انا'' خودی بیدار ہو جائے تو انسان آسمانوں ،سمندروں اور پہاڑوں پر بغیر کسی اسباب کے سفر کرے۔وہ کئی جہانوں کو فتح کر سکتا ہے وہ اس معرفت سے بادشاہوں کا بھی بادشاہ بن جاتا ہے۔اقبال کے نزدیک خودی کے بغیر جسم بے روح،آفتاب بے نور اور سُر بے سرور ہے۔گویا اقبال کے فلسفہ کے پیشِ نظر قوم کے ارتقاء کی بنیادی شرط خودی کا صحیح ادراک ہے۔اسرار خودی کے دیباچہ میں اقبال خودی کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

تیری نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود | میری نگاہ میں ثابت نہیں وجود تیرا
وجود کیا ہے؟ فقط جوہر خودی کی نمود | کر اپنی فکر کہ جوہر ہے بے نمود تیرا
جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی | کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی

شیخ الاسلام کے نزدیک انسان میں شعوری انقلاب دائمی ،تخلیقی اور مرکزی حیثیت کا حامل ہے۔آپ کے نزدیک بیداری شعور کے ذریعے مسلمانوں میں روبہ زوال انسانی معاشرت کی تعمیر نو کی جا سکتی ہے۔اسی بیداریِ شعور کے ذریعے پسماندہ اور مائل بہ ظلم معاشرے کو روحانی الذہن افراد پر مشتمل معاشرے میں بدلا جا سکتا ہے۔بیداری شعور نوع انسان کی وحدت، امن و آشتی، محبت ومودت، فروغ امن، اصلاح احوال امت ، ایثار، البغض للہ والحب للہ، تزکیہ وتصفیہ نفس،معرفت نفس،ادب وعشقِ مصطفیٰ ﷺ اور فنا فی اللہ کا درس دیتی ہے۔

شیخ الاسلام نے ورکرز کنونشن ۲۰۰۸ء کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''آپ ذہن نشین کر لیں کہ آپ نے کیا کرنا ہے؟ اللہ نے تجدید دین اسلام کا فریضہ آپ کے ذمہ کیا ہے۔ اس لیے آپ اس تحریک کا پیغام گھر گھر تک پہنچائیں۔آپ شعور کو بیدار کرنے کا فریضہ ادا کریں۔دینی قدروں کے فروغ اور لوگوں کے اعمال و اخلاق ،احوال اور عبادات و معاملات کو بہتر کرنے کے لیے اولاً اپنے اندر سے تحریک شروع کریں۔اور پھر اس صدی کی تجدیدی تحریک کا پیغام قوم کے ہر فرد تک پہنچائیں۔ آخری بات یہ ہے کہ حق کی نصیحت پہلے اپنی ذات کو کریں۔رذائل اخلاق سے بچیں ۔روز اپنا محاسبہ کریں اور دیکھیں کے گزرے ہوئے کل کی نسبت آج کے دن اللہ تعالیٰ کے کتنے نزدیک ہوئے ہیں۔''

اصلاحِ عقائد ہی پر ملت اسلامیہ کے قیام، بقاء اور ارتقا کا انحصار ہے۔

یہی وجہ ہے کہ عقائد کی اصلاح کے لیے ہر دور کے مجدد ،فقیہ ،عالم ،صوفی اور انقلابی نے کما حقہٗ

کوشش کی۔ان میں مولانا روم، علامہ ڈاکٹر اقبال ،داکٹر محمد طاہر القادری نے اپنا اپنا حصہ ڈالا۔اور ان کے افکار لوگوں کے عقائد کی اصلاح کا باعث ہیں۔فلسفۂِ توحید میں مولانا روم کچھ اس طرح سے رقم طراز ہیں۔

’’توحید کا فلسفہ اسلامی افکار کا مرکزی نکتہ ہی نہیں ،اسلامی عظمت کا مینارہ نور بھی ہے۔اور یہ نور وجود کو جلا کر فنا کر دینے سے حاصل ہوتا ہے۔توحید کامل اس وقت ہوگی جب ھو الأول و الآخر و الظاھر و الباطن کی تعبیر کما حقا ہو جائے۔‘‘

مولانا روم وحدت الوجود کے قائل ہیں اور ان کا خیال ہے ہمارے وجود نے ہمیں دوئی کا مرتکب بنایا۔فرماتے ہیں:

چست توحید آموختن　　　　خویش راپیش واحد سوختن

’’اللہ تعالیٰ کی واحدانیت سکھاتا کیا ہے؟۔اپنے آپ کو واحد کے سامنے فنا کر دے۔‘‘

صوفیائے اسلام کا سب سے بڑا گروہ جس میں شیخ محی الدین ابن عربی شامل ہیں عالم کو فریب نظریا معدوم نہیں جانتے بلکہ ان کے خیال میں عالم اور انسان عین حق یا مظہر حق ہیں اور یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ قرآن سے اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے۔قرآن نے وضاحت سے کہا ہے کہ موجودات خارج اور ظاہر میں ہوں یا باطن میں زمانی ہوں یا مکانی ،سب کی حقیقت اللہ ہے۔ھو الأول و الآخر و الظاھر و الباطن ۔مولانا رومی کے نزدیک توحید تب کامل ہوگی جب وجود ذات ،خودی فنا ہو جائے اور اسکا درس وہ اپنے شعر میں بحر اور قطرہ کی تمثیل سے دیتے ہیں۔

جوئے دیدی کوزہ اندر جوئے ایر　　　　آب را از جوئے بشد گریز

"ہوش کرنے والے نے دیکھا کہ کوزہ کا پانی نہر میں مل جاتا ہے پانی نہر سے الگ کس طرح رہ سکتا ہے"۔

مولانا رومی فنا فی اللہ کو ہی اصل توحید اور خودی کو دوئی اور وجود انسانی کو شرک فی الأ لوہیت گردانتے ہیں اور یہی انکی فکرِ توحید ہے۔قاری کے قلوب و اذہان میں سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ بات تو مصنفہ مماثل پہلوں کی کر رہی ہے جبکہ مولانا رومی کو اقبال کے مخالف کھڑا کر دیا یہ کہتے ہوئے کہ مولانا رومی خودی کو شرک فی الأ لوہیت اور دوئی تصور کرتے ہیں جبکہ اقبال کی فکر کی اساس خودی پر ہے۔آج یہ بات واضح کرتی چلوں کہ اقبال بھی درحقیقت وحدت الوجود کے قائل ہیں۔یہ بات اور ہے کہ اقبال نے توحید کو صرف وحدت الوجود میں ہی نہیں بلکہ مختلف پہلوں سے ثابت کیا۔ تاریخِ فکر اقبال میں یہ غلطی ہے کہ اقبال وحدت الوجود کے قائل نہ تھے ۔بات یہ ہے اقبال وحدت الوجود کے قائل تھے مگر تصور خودی کو جا گزیں کرنا اُس وقت کی عین ضرورت اور آبِ حیات تھی۔ ایک خاص حکمت کے تحت اقبال نے تصور " فکر وحدت الوجود " کو عوام الناس کے سامنے نہ رکھا۔ اقبال کی قوم

غلام تھی وہاں نفی خودی کا درس دینا قوم کے حق میں مضر تھا۔لوگ دنیا سے کنارہ کش ہو کر بیٹھ جاتے تو آزادی کا سورج نہ دیکھ سکتے۔مسلمان پہلے ہی احساس کمتری کا شکار تھے۔رہبانیت کا یہ تصور انھیں دنیا میں اپنا مقام و مرتبہ ،جاہ و جلال ،اخلاقی قدریں،اسلامی تمدن و اتباع اسلاف پیدا نہ کرنے دیتا۔لیکن اگر بصیرت قلب اور نور نظر سے دیکھا جائے تو اقبال انہی اشعار میں جنہیں حافظ عباد اللہ فاروقی دلیل بنا کر کہتے ہیں کہ ''اقبال تصورِوحدت الوجود کو غیر اسلامی جان کر اِس سے گریزاں ہیں''اُسی میں عقیدہ وحدت الوجود مضمر ہے۔مورخین اور شارح فکر اقبال کہتے ہیں کہ وحدت الوجود کے ایک حصّہ سے اقبال متفق ہیں اور وہ یہ ہے کہ ساری چیزیں خدا سے پیدا ہوتی ہیں لیکن وہ اس بات سے اتفاق نہیں کرتے کہ انسان مٹ کر خدا میں مل جائے گا۔چنانچہ وہ مولانا رومؒ کی طرح'' سمندر اور قطرہ'' کی تمثیل استعمال نہیں کرتے بلکہ'' سمندر اور موتی '' کی تشبیہ کو پسند کرتے ہیں۔

نمی دانم کہ این تابندہ گوھر　　　　کجا بودی اگر دریا نہ بودی

مجھے نہیں معلوم کہ تابندہ گوھر کہا ں ہوتا اگر دریا نہ ہوتا۔اقبال انسان کو بحرِ''وحدت'' کا ایک ناچیز قطرہ قرار نہیں دیتے بلکہ اس کو ایک ایسا قطرہ قرار دیتے ہیں جو اپنے اندر گوہرِتابندہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔اقبال یہ نہیں چاہتے کہ قطرہ دریا میں مل کر فنا ہوجائے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ خدا اپنے فضل سے اسے گوہرِتابندہ بنا دے۔چنانچہ وہ خدا سے دعا کرتے ہیں:

میں ہوں صدف تیرے ہاتھ میں میرے گہر کی آبرو　　　　میں خزف تو تو مجھے گوھر سا ہوار کر

میں یہاں مورخیں اور شارحین فکر اقبال سے سوال کرتی ہوں کہ آخر اقبال نے موتی (صدف) ہی کی تمثیل کیوں استعمال کی؟

اگر ہم سمندر کی حقیقت یعنی اجزاء (chemical composition) کو حقیقی نظر سے دیکھیں تو سمندر مختلف نمکیات salt, element and compounds کا مجموعہ ہے۔جن میں sodium(Na),hydrogen(H2), oxygen(O2) phosphorus(P), calcium(Ca),chlorine(Cl), اور copper(Cu) کثیر تعداد میں موجود ہیں۔

اور جب ہم موتی(Pearl) کی(chemical composition) اجزائے ترکیبی کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ موتی calcium carbonate 86% کا مجموعہ ہوتا ہے جو اصلاً سمندر کے اجزائے ترکیبی ہیں۔یعنی سمندر کے کچھ اجزاء مل کر موتی بنتے ہیں۔معلوم ہوا کہ اصل دونوں کی ایک ہے۔یہاں دوئی کا تصور ختم

ہوا اور وحدت الوجود کا تصور ثابت ہوا۔

شیخ الاسلام بھی وحدت الوجود کو اصلاً توحید گردانتے ہیں۔اپنی شہرہ آفاق کتاب" سلوک وتصوف کا عملی دستور" میں سات نسبتوں کے باب میں ساتویں نسبت نسبتِ توحید بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ان نسبتوں میں سے ایک نسبت نسبتِ توحید بھی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک شخص اپنی سوچ وبچار سے یا عارفوں کی تقلید سے اس نتیجے پر پہنچا کہ تمام اشیاء ایک وجود میں فنا پذیر ہیں اور یہ وجود تمام اشیاء میں جاری وساری ہے۔وہ بار بار اس نتیجے کو اپنے ذہن میں حاضر کرتا ہے اور اس طرح سالک توحید علمی سے گزرتے ہوئے توحید حالی تک پہنچتا ہے۔ جہاں نظر سے تعینات کے سب پردے اٹھا لیئے جاتے ہیں۔بندے کے حال میں توحید کے اس اثر اور کیفیت کے جاگزیں ہونے کو نسبتِ توحید کہا جاتا ہے۔تب سالک کل شی ھالک الا وجھہ کا راز پالیتا ہے"۔

کوئی ذی شعور انسان اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ کسی ملت کا شباب اور عروج وکمال نوجوانان ملت کے پاکیزہ، متحرک اور انقلابی کردار کا نتیجہ ہوتا ہے۔اور نوجوانوں کی گمراہی بدعملی اور اضطراب کے سبب ’’اجڑتے دیکھے ہیں گردوں نے امتوں کے شباب‘‘۔آج نوجوانانِ ملت اسلام سے دور ہیں اور ہمارے دینی زوال کی سب سے بڑی وجہ ہماری نوجوان نسل کی کمزوری ہے۔اگر ہم تینوں مردانِ حق کی تعلیمات کا بغور مطالعہ کریں تو تینوں کے افکار اس بات کہ ترجمان ہیں۔

’’دینی زوال کے تدارک کا منہاج صرف نسل کی اصلاح میں مضمر ہے۔ اور نوجوان نسل کی اصلاح صرف حصولِ علم ہے۔‘‘

رومی اس علم کو’’ علم نافع‘‘ کہتے ہیں اور مثنوی معنوی میں اس تعلیم کی حقیقت سمجھاتے ہوئے کہتے ہیں

علم را برتن زنی مارے بود　　　علم را من زنی یارے بود

اقبال بھی نوجوانان ملت کو لاالہ الا اللہ کے وارث کا خطاب دیتے ہوئے جس خودی سے غافل نہ ہونے کی تعلیم دے رہے ہیں ،وہ علم ہے۔فرماتے ہیں۔

غافل نہ ہو خودی سے کر اپنی پاسبانی　　　شاید کسی حرم کا تو بھی ہے آستانہ
اے لاالہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں　　　گفتار دلبرانہ کردار قاہرانہ

شیخ الاسلام حصول علم کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’ضرورت اس امر کی ہے کہ علم و تحقیق میں محنت کی جائے اور علم کو اکیسویں صدی کے ساتھ لے کر چلیں۔امام اعظمؒ نے حضور ﷺ سے حاصل کئے ہوئے علم کو اتنی ترقی دی کہ وہ کئی صدیاں آگے چلا۔یہ آپ کا ہی کمال تھا آپ نے حضور ﷺ سے حاصل کئے ہوئے علم کو صدیوں کے قابل بنایا۔اس کے پیچھے قوت قرآن و سنت ہی کارفرما ہے مگر محنت و تحقیق سے روشنی حاصل کی۔ہر کوئی امام اعظمؒ نہیں بنتا۔ہم تو انہی کے دسترخوان کے خوشہ چین ہیں مگر آپ کو امام اعظم کی مثال دے کر نقش قدم بتا رہا ہوں کہ جو علم لیں اس کو اگلی صدیوں کے قابل بنائیں۔آج اگر علماء اور طلباء یہ ٹارگٹ پورا نہیں کرتے تو ہم اگلی جنگ ہار جائیں گے۔‘‘

(خطاب شیخ الاسلام بعنوان جمہوریت اور وسعت ظرفی، مئی ۲۰۰۹ـ)

کائنات میں واقع ہونے والے حوادث و واقعات کے اسباب وعلل کے بارے میں سائنسدان ،فلاسفہ اور حکماء کی رائے یہ ہے کہ علت و معلول کا سلسلہ قائم ہے۔ اور معلول کبھی علت اور مسبب کبھی سبب سے الگ نہیں ہو سکتے۔ جدید دنیا اور اکیسویں صدی جسے سائنسی صدی کہا جاتا ہے ہر چیز کو Logicاور منطق سے ثابت کرتی ہے۔ سائنس کی "The Theory of Cause and Effect " نے اس قدر ترقی کی کہ معجزہ جو خلافِ عادت اور خرقِ عادت ہے اسے بھی logicاور Facts and Figure سے ثابت کیا۔ سائنس نے نہ صرف معجزہ کو اسباب کے ماتحت ثابت کیا بلکہ مسبب اور اسباب اور علت و معلول کامحتاج قرار دیا۔ آج دنیا ہر شے کو ظاہر کی آنکھ سے دیکھنا اور عقل کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کے معلمینِ اسلام اور علمبردارِ دین الٰہی کے فہم وفراست نے اس بات کو محسوس کیا کے اگر اسلامی تصورات کو سائنسی اصطلاحات اور منطق کے ذریعے جدید دنیا کے سامنے نہ رکھا گیا تو تعلیماتِ اسلام جمود اور بے عملی کا شکار ہوسکتی ہیں۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ ساتویں صدی میں جب سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی تھی کہ واقعہ معراج (بنی اسرائیل :۱) کو Theory of relativity ،علم الجنین (المومنون :۱۲-۱۴) کو Embryology ،تخلیقِ کائنات (الانبیاء :۳۰) کو The big Bang Theory ،سبز مابہ Chloroplast کو الخضر اء (الانعام:۹۹) دور آب (الاعراف :۵۷) کو The Theory of Water Cycle ، اور تسخیر ماہتاب (الانشقاق:۲۰-۱۸) کو Moon Landing سے ثابت نہیں کیا تھا مولانا رومی سائنس کی اہمیت سے ناواقف نہ تھے۔ مولانا ہوا میں تیر چلانے کے قائل نہ تھے بلکہ ان کے افکار اِس بات کی ترجمانی کرتے ہیں کے کہ اسلامی تصوارات زندہ و جاوید ہیں ان کی جامعیت کی انتہاء یہ ہے کہ ہر پہلو سے احاطہ کیے ہوئے ہیں۔مولانا روم کی سائنسی فکر اس بات کی عکاس ہے کہ ہر شہ کو علمی، عملی اور

منطقی بنیادوں پر رکھا جائے۔یہی وجہ ہے کہ وہ موجودہ "the theory of cause and effect" کے حمایتی نظر آئے۔مولانا فرماتے ہیں۔

بشرت احوال ہر سنت رود　　　　گاہ قدرت خارق سنت شود

بالعموم احوال، سنت وطریقہ الٰہی کہ مطابق ہی انجام پاتے ہیں مگر کبھی کبھی طریقہ سے ہٹ کر بھی ہوتا ہے۔

بے سبب گر عزیما موصول نیست　　　　قدرت از غزل مسبب معزول نیست

کسی وجہ سے اگر یہ شرف ہمیں نصیب نہ ہوا تو مطلب یہ نہیں ہے کہ سبب نہ ہونے کی وجہ سے مسبب نہیں ہوا۔یہ ہی وجہ ہے کہ اہل حق نے مولانا رومی کی اس بصیرت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام کو سائنس سے جدا نہ کیا اور آنے والے دور نے ہمیں جابر بن حیان (۷۲۱ء تا ۸۱۵ء) عبدالملک افمعی (۷۴۱ء)، محمد بن موسٰی الخوارزمی ، یعقوب کندی علی ابن الطہر ی (۷۷۵ ء تا ۸۷۰ء) ،علی ابن عیسٰی، ابوعلی حسن بن حسین ابن الہیثم ،شیخ الرئیس بوعلی سینا (۹۸۰ء تا ۱۰۳۷ ء) جیسے عظیم مسلمان سائنسدان دیے ۔مگر افسوس غرناطہ میں ہونے والی سیاسی شکست کے بعد مسلم قوم ذہنی شکست خوردگی کی دلدل میں الجھ کر سو گئی اور تمام مغرب مسلمانوں کی تحقیقات و انکشافات پر سے ان موجدوں کا نام کھرچ کر انہیں اپنے نام سے منسوب کرنے لگا۔اغیار نے ہمارے علمی ورثے سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور سائنسی ترقی کی اوج ثریا تک جا پہنچے ۔علامہ اقبال اس غم کو یوں بیاں کرتے ہیں ۔

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی　　　　جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

یہی وجہ ہے کہ اقبال نے مسلمانوں کو اپنے ماضی اور اسلاف کی روایت کی طرف ترغیب دلائی ہے اور انھیں سائنسی علوم حاصل کرنے کی طرف مائل کیا جو انکی کھوئی ہوئی میراث ہے۔اقبال کہتے ہیں:

خلوت کی گھڑی گزری ،جلوت کی گھڑی آئی　　　　چھٹنے کو ہے بجلی سے آغوش سحاب آخر

تھا ضبط بہت مشکل اس سیل معانی کا　　　　کہہ ڈالے قلندر نے اسرارِ کتاب

(بال جبریل:۶۲۳)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: "اشاعت وتبلیغ دین کے ذریعے نئی نسل کو اسلامی تعلیمات پرعمل پیرا ہونے کی عقلی وسائنسی ترغیب وقت کی اہم ضرورت ہے ۔لیکن مقام افسوس ہے کہ ہمارے بعض کج فکر نام نہاد مبلغین اسلام قرآن وحدیث ہی کے ناقص استنباط واستدلال کا سہارا لیتے ہوئے نوجوانوں کو اسلامی تعلیمات کے قریب لانے کی بجائے ان کو دین سے دور کرنے کا باعث بن رہے ہیں ۔تعلیماتِ اسلام کا سائنسی استنباط وقت کی اہم ضرورت بن گیا ہے"۔

(ماخوذ از خطاب شیخ الاسلام بعنوان مقام وشانِ اولیاء،مئی ۲۰۰۷)

حکمت وہ خاصہ ہے جسے اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں خیــــر کثیــــر کہا ہے۔اور حکمت کی ناگزیریت سے اہل علم ناواقف نہیں ۔یہی وجہ ہے کہ رومی ،اقبال اور طاہر کے افکار حکمت کی اہمیت پر دال ہیں۔ مولانا رومی فرماتے ہیں۔

معدہ راخوکن ریحان وگُل تابیابی حکمت وقوت رسل

معدہ کو ریحان وگُل یعنی ذکر حق واطاعت کی غذا کا عادی بناؤ تاکہ انبیاءؑ کی اتباع میں تمھارے باطن پر علوم ومعرفت کا فیضان ہو۔

بال جبریل میں اقبال کچھ یوں ارشاد کرتے ہیں ۔

یہ معاملے ہیں نازک جو تیری رضا ہو تو کر کہ مجھے تو پسند نہ آیا یہ نظامِ خانقاہی

تو ہُما کا ہے شکاری ،ابھی ابتدا ہے تیری نہیں مصلحت سے خالی یہ جہاں مرغ وماہی

اور شیخ الاسلام بھی کچھ ان ہی افکار سے مزین فرماتے ہیں :

"اسلام کی دعوت وتبلیغ کے لئے فقط علم ہی کافی نہیں بلکہ اس کے لیے حکمت کی بھی ضرورت ہے ۔ جب تک اسلام کی تبلیغ اور دعوت حکمت پر مبنی رہی تو اس وقت تک اس دعوت وتبلیغ کے صحیح نتائج پیدا ہوتے رہے،اور اسلام کی تعلیمات کے مقاصد کماحقہُ حاصل ہوتے رہے۔مگر جب سے حکمت اہل علم کے پیشِ نظر نہ رہی اور دعوت وتبلیغ کا مرکز ومحور حکمت کی بجائے فقط علم بن گیا تو اس وقت سے تبلیغ اپنی افادیت کھوبیٹھی،تبلیغ کی مقصدیت فوت ہوگئی ۔تبلیغ کی موثریت ختم ہوگئی"۔

(ماخوذ از خطاب شیخ الاسلام بعنوان،دور حاضر میں دعوت دین کی حکمت عملی مئی ۲۰۰۹)

ساتویں صدی عیسوی میں علم الکلام اور عقلیت کی جو سرد ہوا عالم اسلام میں شرق تک چلی تھی اس سے دل کی انگیٹھیاں سرد ہوگئی تھیں ۔ اگر کہیں عشق کی چنگاریاں تھیں تو راکھ کے ڈھیر کے نیچے دبی ہوئی تھیں ۔ اور ایک سرے سے دوسرے سرے تک افسردہ دلی بلکہ مردہ دلی چھائی ہوئی تھی اور کہنے والا کہ رہا تھا:

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے مسلماں نہیں خاک کا ڈھیر ہے

علم الکلام کے ٹھنڈے پانی نے عشق کی آگ پر قطرہ قطرہ ڈال کر اسے ٹھنڈا کر دیا اور دنیا عقل وعشق کے نہ ختم ہونے والی بحث میں ڈوبنے لگی اور حیات کی کوئی راہ نہ بچی۔مگر اہل حق اور عارف ہمیشہ سے مقام عشق سے روشناس تھے، ہیں اور ہوں گئے ۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر طاہر القادری کے افکار رومی واقبال کی طرح تصور عشق

میں یکساں ہیں۔

مولانا رومی عشق کو عقل سے برتر تسلیم کرتے ہیں اور عشق کا حقیقی تصور بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عشق میں سب کچھ فنا کردو یہاں تک کے معشوق کے سواء کچھ بھی باقی نہ رہے۔فرماتے ہیں:

عشق آں شعلہ کو چوں برفروخت ھرچہ معشوق باقی جملہ سوخت

اقبال کہتے ہیں :

تیرے عشق کی انتہاء چاہتا ہوں میری سادگی دیکھ میں کیا چاہتا ہوں

اور کچھ یوں بھی کہتے ہیں :

عشق سلطان است و برہان مبین ہردو عالم عشق را زیرنگین

شیخ الاسلام عشق پر عقل کی برتری کے خلاف ہیں اور عشق کا صحیح تصور پیش کرتے ہوئے معروف قول نقل کرتے ہیں :

العشق نار یحرق ماسوا المحبوب

"عشق وہ آگ ہے جو ماسوا معشوق کے سب کچھ جلا دیتی ہے"۔

رومی ،اقبال و طاہر جس عشق کی دعوت دے رہے ہیں اس کا تعلق عالمِ آب وگل سے نہیں۔ یہ وہی لم یزل کا عشق ہے ،وہ عشقِ حقیقی ہے جس کی تازگی اور آبیاری سدا بہار پھولوں کی طرح ہے۔موجودہ دورِفتن میں بحثِ عقل وعشق ، عشق کی کیاری میں نرم و نازک پھولوں کی آبیاری لہو سے کر رہی ہے۔مگر مردانِ حق کے افکار عقل پر عشق کی برتری کو تسلیم کرتے ہیں لیکن عقل کے مخالف بھی نہیں ہیں۔

معرفتِ الٰہی اور روحانی ترقی کا راز کیا ہے؟ اگر ہم تینوں شخصیات کے افکار کا باریک بینی ،بصیرت اور نورِ نظر سے مطالعہ کریں تو یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ تینوں کے نزدیک معرفت حق، قربِ الٰہی، روحِ ایمان ،مقصود الٰہی اور رضائے الٰہی کا راز اتباعِ مرشد اور بیعتِ حق ہے۔مولانا رومی ،شمس تبریزی کو اپنا مرشد کامل تسلیم کرتے ہیں۔

چوں شوی دور از حضور اولیاء درحقیقت گستہ دور از خدا

مولانا رومی صحبتِ مرشد کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ والوں کی جانوں کو نورِفراست عطا ہوتا ہے۔ جو قیل وقال اور کتب خانوں سے نہیں ملتا۔ بلکہ کسی اللہ والے کی صحبت میں ایک عمر محنت اور مجاہدہ سے ملتا ہے۔

علامہ اقبال بھی انہی افکار کی حامل شخصیت ہیں اور اپنے فکری وروحانی پیر و مربی مولانا رومی کو کہتے ہیں۔ کتاب جاوید نامہ کی نظم خطاب با جاوید نامہ میں اقبال اپنے بیٹے اور درحقیقت تمام انسانیت کو کامیابی کے راز سے آگاہ کرتے ہیں اور صحبت صالحہ کا درس دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"تو کسی ہمنشین حق (یعنی مردِحق جو خدا کا راز دار ہو) کو تلاش کر اور اس کی صحبت اختیار کر چاہے تیری راہ میں سینکڑوں الجھنے اور مشکلیں آئیں مگر تو اس کی طلب کا ذوق ہاتھ سے نہ جانے دے لیکن اگر تجھے ایسے باخبر مردِحق کی صحبت میسر نہ آئے تو پھر جو کچھ میں نے اپنے آباؤ اجداد سے حاصل کیا ہے تو وہ لے لے تو پیر رومی کو

اپنے راستے کا ساتھی بنالے تاکہ تجھے خدا سوز و گداز عطا فرمائے"۔

شیخ الاسلام مرشد کامل کی صحبت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اپنی کتاب ''تذکرے اور صحبتیں'' کے دیباچے میں یوں رقم طراز ہیں:

"بے شک محبت الٰہی، خشیت الٰہی اور معرفتِ الٰہی میں اہل اللہ کے دلوں کو تینوں حال اور تینوں کیفیات بدرجہ اتم نصیب ہوتی ہیں اور وہ نہ صرف خود سیرابی پاتے ہیں بلکہ افراد امت میں بھی روحانی شادابی کا باعث بنتے ہیں۔ آؤ ان کا تذکرہ کریں اور ان کی صحبت میں جا بیٹھیں تاکہ ان کی بات سن کر ہماری بات بن جائے ان کا حال جان کر ہمارا حال سنور جائے ان کی بیداریاں دیکھ کر کچھ ہماری غفلت دور ہو، ان کی گریہ وزاریاں دیکھ کر کچھ ہمیں رونے کا طریقہ آئے اور ان کی مستیاں اور مشاہدے دیکھ کر کچھ ہم لذتِ دید کے طالب بنیں"۔

(شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری، تذکرے اور صحبتیں: ۳۲)

رومی کے عہد میں مسلمان سیاسی طور پر صلیبی یلغار اور شورش تاتار سے تہہ و بالا ہو گئے تھے ایسی صورت حال میں سیاسی سطح پر دین کی سربلندی کرنے والا دین کو طاغوتی یلغار سے بچانے والا اور دین کی شمع کو روشن کرنے والا ہی انقلابی لیڈر اور سیاست دان ہوسکتا ہے۔

مولانا ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں کہ:

''مثنوی کا ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ ۲۰ویں صدی عیسوی میں جب عالم اسلام پر دوبارہ مادیت کا حملہ ہوا اور یورپ میں فلسفہ اور سائنس نے قلوب میں شکوک وشبہات کی تخم ریزی کی اور ایمانیات و غیبات کی طرف سے ایک عام بے اعتمادی پیدا ہونے لگی۔ اس کا رجحان بڑھنے لگا کہ ہر وہ چیز جو مشاہدے اور تجربے کے ماتحت نہ آسکے اور حواسِ ظاہری اس کی گرفت نہ کرسکیں وہ موجود نہیں۔ عقائد کی قدیم کتابیں اور قدیم طرزِ استدلال وعلم کلام نے اس کا مقابلہ کرنے سے معذوری ظاہر کی تو مثنوی نے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کا جو یورپ کی مادی اور سیاسی فتوحات سے کم نہ تھا کامیاب مقابلہ کیا۔''

ثابت ہوا کہ مولانا رومی کے افکارِ سیاست نے بھی اپنا لوہا منوایا اور قلم کی تلوار سے ارضی فتوحات کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ سیاست کے اصل مقصود کو سمجھ گئے تھے۔ ان کے نزدیک اقتدار اللہ کے دین کو عام کرنے کا نام ہے۔

علامہ اقبال بھی زندگی کا مقصد دین کی سرفرازی کو کہتے ہیں۔ اور اس میں نبوی مقصدِ سیاست کا راز مضمر ہے۔ فرماتے ہیں:

؎ میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی   میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے ہوں نمازی

شیخ الاسلام بھی انھی افکار کے مبلغ نظر آتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''یہ اذان گواہ ہے کہ طاہر القادری نہ صدارت لے گا نہ وزارت۔ طاہر القادری کی ساری لڑئی ساری

کوشش ساری جنگ نظام مصطفوی کو دوسرے نظام پر غالب لانے کی جنگ ہے۔ باطل کو مٹانے کی جنگ، روس اور امریکہ کے سامراجی ہتھکنڈوں کو نیست و نابود کرنے کی جنگ ہے۔ طاہرالقادری غریبوں کی ہڈیوں پر محلات اور کارخانے تعمیر کرنے والے سرمایہ داروں کے خلاف جنگ کرنے نکلا ہے۔ ان شاء اللہ غریب کو اس کا حق اور اسکا جائز حصہ لے کر دے گا۔ خواہ اس میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔''

بیسویں اور اکیسویں صدی میں اقبال اور طاہر نے رومی کی اہمیت اور ان کی فکر سے زمانہ کو بلند آہنگی کے ساتھ روشناس کرایا ہے۔ اقبال اور طاہر نے مغرب اور مشرق کے کئی سرچشموں سے استفادہ کیا ہے اور اپنے افکار کی اساس قرآن کریم پر رکھی۔ انہوں نے قوم میں انقلابی شعور بیدار کیا اور افراد میں نظم و ضبط، جانفشانی و قربانی اور منظّم جدوجہد کا شعور پیدا کیا۔ انھوں نے تعلیم کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے کہ امراض ملت کی دوا اور خون فاسد کے لیے مثل تبشیر ہے۔ ان کے افکار عشق رسول ﷺ سے منور ہیں جو عوام کے افکار کو مظہری جہت اور جمالیاتی تجسم عطا کرتے ہیں۔ ان کے افکار و وسعت نظری، اعلیٰ ظرفی اور بصیرت قلبی عطا کر کے انسان کو مقام انسانیت تک پہنچا دیتے ہیں۔

آپ نے ملاحظہ کیا کے تینوں مردان حق کے افکار ایک دوسرے سے مماثل ہیں۔ ایسی فکر کو متعارف کروانے میں ایک نام ڈاکٹر طاہرالقادری کا بھی ہے۔

؎ تیری ہستی کو چند لفظوں میں سمیٹوں کیسے ۔۔۔ تیرا کردار تو لگتا ہے مجھے آکاش کی مانند

سانحہ ارتحال

گذشتہ ماہ گوجر خان (راولپنڈی) کی عظیم روحانی شخصیت حضرت پیر طریقت سید صدیق شاہ مرحوم و مغفور قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی خصوصی ہدایات پر مرکزی امیر تحریک محترم صاحبزادہ فیض الرحمٰن درانی، محترم ڈاکٹر رحیق احمد عباسی (صدر PAT) کی زیر قیادت مرکزی قائدین پر مشتمل اعلیٰ سطحی وفد نے حضرت پیر صاحب کے جنازے میں خصوصی شرکت کی۔ نماز جنازہ کی امامت کی سعادت محترم صاحبزادہ فیض الرحمٰن درانی کو حاصل ہوئی۔ نماز جنازہ میں سینکڑوں مشائخ، علماء، قائدین و کارکنان تحریک اور عوام الناس کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ نماز جنازہ کے بعد شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے مدینۃ المنورہ سے ٹیلی فون کے ذریعے حضرت پیر صاحب کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اُن کے اعلیٰ درجات کے لئے خصوصی دعا فرمائی۔

حضرت پیر سید صدیق شاہ نوراللہ مرقدہٗ تحریک منہاج القرآن گوجر خان کے سرپرست تھے اور تحریک کی جملہ سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیتے ہوئے آپ نے ہمیشہ اہم کردار ادا کیا۔ گذشتہ سال اسلام آباد دھرنا کے موقع پر دل کے بائی پاس آپریشن اور شدید علالت کے باوجود شرکت کی۔ آپؒ ہمیشہ قائد تحریک اور کارکنان تحریک کیلئے سراپا دعا و شفقت رہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ کی روحانی توجہات اس مصطفوی مشن پر ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ